"ارے سنو! اس صدی کی بد ترین خبر۔"

بے تحاشا بھاگتی ہوئی آیوشہ کا سانس پھول رہا تھا مگر وہ طویل برآمدے کو دوڑ کر طے کرتی عائشہ کے کمرے تک پہنچ گئی۔ اس کے ساتھ ہی بے شمار تیز قدم تجسس کا احساس دلاتے دھڑ دھڑ کرتے انتہائی بد تمیزی کے عالم میں عائشہ کے کمرے میں گھس آئے، جہاں وہ اس وقت امجد حسین کی کیسٹ سن کر آج یونیورسٹی میں سنی گئی ڈاکٹر واسطی کی ڈانٹ کا غم بھلا رہی تھی۔

آیوشہ جان بوجھ کر قالین پر ڈھیر ہوگئی۔

"کیا۔۔۔؟ کیا بات ہے؟" عنبر نے ایکٹنگ سے قسطوں میں پوچھا۔

"ایسے نہیں۔" وہ سر اٹھا کر بولی۔ "پہلے مجھے بیڈ پر لٹاؤ۔"

اب ساری بات جاننے کی کوشش میں بمشکل تمام صبو اور عنبر نے اس ڈھائی من کی بوری کو گھسیٹ کر عائشہ کے بیڈ پر ڈالا کیونکہ اس کا ہر انکشاف بے حد شاندار اور سچا ہوتا تھا۔

"اب بولو۔" عائشہ بھی بال سمیٹ کر قریب آگئی۔

"ایسے نہیں کم بختو!" وہ چلائی۔ "کمبل ڈالو میری ٹانگوں پر۔ دیکھتی نہیں ہو، دوڑنے سے کس طرح

مکمل ناول

کمزوری کا شکار ہوگئی ہوں میں۔"

صبو نے جھلا کر لو کمبل اس پر پھینک دیا۔

"بکواس کرو اب۔" عنبر قریب آگئی۔

"پہلے چائے پلواؤ۔" نہایت اسٹائل سے گردن اکڑا کر کہا گیا۔

مگر اب اتنی زیادہ بے جا فرمائشوں سے جھنجھلا کر وہ ساری اس پر جھپٹ پڑی تھیں۔ نتیجہ یہ کہ "ریکا" سے ایک سو ساٹھ روپے خرچ کر کے بنوایا گیا ہیر اسٹائل اس جنگ میں تباہ ہوگیا اور صبو کے زوردار ہاتھ سے کان کی بالی شہید ہو کر گریبان میں گر پڑی۔ وہ بھیں بھیں کر کے رونے لگی۔

بڑی مشکل سے اسے رب رحیم کے واسطے دے کر چپ کروایا گیا۔ عنبر نے ہیر اسٹائل کا خرچہ برداشت کرنے کا ٹھیکہ لیا جبکہ صبو نے شرٹ دلانے کے علاوہ

پرپل شیڈ کی وہ لپ اسٹک دینے کا بھی وعدہ کیا جو وہ کئی دن سے مانگ رہی تھی۔

یک دم آیوشہ عالم کا موڈ ٹھیک ہوگیا۔ آلتی پالتی مار کر وہ قالین پر بیٹھ گئی اور ہلکے سروں میں انکشاف کیا۔

"تارہ آپی کو احسن بھائی سے وہ ہوگئی ہے۔"

"وہ؟" عنبر نے ہونق پن سے پوچھا۔

"ہاں 'وہ۔" آیوشہ انگلی اٹھا کر بولی۔

"مثالوں سے واضح کرو۔" صبو نے کہا۔

"اچھا۔" اس نے کچھ دیر سوچا۔ "راتوں کو نیند نہ آنا' اداس گانے سننا' مختلف آہٹوں پر کسی اور کا گمان ہونا' بھوک نہ لگنا' چاندنی راتوں کی بے قراری۔ وغیرہ وغیرہ۔"

"علامات خاصی نازک ہیں۔" میڈیکل اسٹوڈنٹ عنبر کچھ سوچنے لگی۔

"مائی ڈیر!" وہ اونچی آواز میں بولی۔ "اس بیماری کا نام ایل او وی ای ہے اور یہ عموماً" سولہ سے بائیس سال کی عمر کے درمیان ہوتی ہے۔" وہ بڑی بوڑھیوں کے انداز میں بولی۔

"اور اس کے بعد؟" صبو نے پوچھا۔

"انسان کو عقل آجاتی ہے اور وہ صحیح بندہ بن کر جیون ساتھی کے ہمراہ ہنسی خوشی رہنے لگتا ہے۔"

صبو یہ سن کر زارو قطار رونے لگی۔

"ارے کوئی ہے؟" آیوشہ چلائی۔ "نور الحسن کو بلاؤ تاکہ اس کا سر اپنے کندھے پر رکھ کر تسلی دے سکے۔"

مختلف آوازیں سن کر عزیز ہاکی اور جاگر سمیت اندر گھس آیا۔

"بوٹ اتار کر آؤ ذلیل۔" عائشہ نے بھائی کی شان میں قصیدہ سنایا۔ "میرا آف وائٹ کارپٹ خراب کردیا۔"

مگر وہ سب کو نظر انداز کر کے ہاکی کمر سے ٹکائے صبو سے پوچھنے لگا۔

"نور بھائی پوچھ رہے ہیں کیا ہوا؟"

"مر نہیں گئی۔" آیوشہ چلائی۔ "تم جاؤ باہر' پرائیویٹ بات ہے۔"

"تو زنانہ بات کہو نا۔" وہ غصے سے باہر نکل گیا۔

آیوشہ کا دل چاہا کہ وہ صبو کے ایک تھپڑ لگائے مگر اسے خیال آگیا کہ خوامخواہ پرپل لپ اسٹک ہاتھ سے نکل جائے گی۔ لہٰذا اس نے ہمدردی سے پوچھنے پر اکتفا کیا۔

"تارہ آپی کو سمجھاؤ۔" اس نے منہ سے ہاتھ ہٹا کر کہا تو پتہ چلا کہ وہ تو محض اداکاری کر رہی تھی۔ "یہ فوجی بندہ اعتبار کے قابل کہاں؟ کل کلاں کو دوسرے شہر پوسٹ ہوگیا تو وہاں کسی اور سے فلرٹ شروع کردے گا۔ اور تارہ آپی سر پر ہاتھ رکھ کر روئیں گی۔ ارے ان لوگوں کا تو پارٹ ٹائم جاب ہے یہ۔"

یہ نقطہ قابل غور تھا' اس لیے سب کو ہی سانپ سونگھ گیا۔

"مگر تجھے پتا کس طرح چلا؟" اچانک عائشہ کو یاد آیا۔

آیوشہ کمر پر ہاتھ رکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ "وہ ہوا یوں کہ میں نے بس ویسے ہی تارہ آپی کا پرس کھولا تو احسن بھائی کا وہ رجمنٹل نشان چاند تارے والا ان کے پرس میں تھا۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" عائشہ کو ایک دم غصہ آگیا۔ "گدھی' وہ تو عزیز ممو کے اسکول کے جناح ہاؤس کا بیج ہے۔"

"میں اندھی تو نہیں۔" وہ چلائی۔ "جناح ہاؤس کا بیج بھی پڑا تھا وہاں چار ستاروں والا۔"

اب چاروں سر دوبارہ جڑ گئے۔ طے یہ پایا کہ احسن بھائی کسی ویک اینڈ پر آئیں تو باقاعدہ نگرانی کی جائے۔

چنانچہ میجر احسن زیدی جب ویک اینڈ پر بقول سب لڑکیوں کے اسمارٹ بن کر شو مارنے چلے آئے تو تارہ آپی کی شرمیلی نگاہیں بول اٹھیں کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ضرور ہے۔ کھانے کی ٹیبل پر جب صبو نے دوسری بار آیوشہ کے پاؤں پر پیر مارا تو وہ مسکرا کر بولی۔

"تارہ آپی! یہ دال میں کیا ہے؟"

"کیا ہے؟" وہ ڈونگے پر جھک گئیں۔

"کچھ کالا کالا نظر آرہا ہے۔" عنبر نے انکشاف کیا۔

"اچھا۔" وہ چمچہ ادھر ادھر پھیرنے لگیں۔

"رہنے دیں۔" نور الحسن نے ڈونگا کھینچ لیا۔

"احسن بھائی! ذرا آپ چیک کریں۔"

"ہٹاؤ یار! کھانا کھانے دو۔" وہ کچھ بیزاری سے بولے۔

"میں دیکھوں۔" عزیز نے اپنی اہمیت کا احساس دلایا۔

"بڑوں کو تو کچھ نظر آیا نہیں۔" آیوشہ بولی۔ "اور اسے پتا چل جائے گا۔"

عزیز نے غصے سے گھور کر اسے دیکھا اور بولا۔ "میں بھی تمہارا کچا چٹھا کھولتا ہوں۔"

"بے شک کھولو۔ میں بھی امو جان کو بتادوں گی کہ تم نے انگلش میں لیے گئے آٹھ نمبروں کو اسی میں بدل دیا تھا۔"

عزیز عالم کی سخت کرکری ہوگئی۔ اسی وقت اس کا فون آگیا' ورنہ جانے کیا کچا چٹھا کھولتا۔ واقعہ دراصل یہ تھا کہ آج عزیزم احسن کچھ بوریت کا شکار نظر آرہے تھے۔ تارہ آپی کی شرمیلی مسکراہٹ بھی ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی تھی۔ معاملہ کچھ خطرناک نظر آرہا تھا۔ چنانچہ کھانے کے بعد آیوشہ عالم کو ایک اہم کام یہ سونپا گیا کہ وہ کھوج لگائے۔ کہیں فریقین کسی غلط فہمی کا شکار تو نہیں ہوگئے؟

مشرقی برآمدے کے چوڑے ستون کے پیچھے چھپ کر اس نے گولڈ لیف کا پیکٹ نکالا۔ جو آج دوپہر اس نے نور الحسن کی جیکٹ پھاڑ کر نکالا تھا پھر اسٹائل سے سگریٹ سلگایا اور جب میجر تیز قدموں سے گزرتا قریب آیا تو اس نے بالکل آڑ میں ہو کر سگریٹ کی جلتی نوک اندھیرے میں گھمانی شروع کردیں۔ وہ کچھ حیران سا آگے آیا۔ معاً" ستون کے پیچھے سے بھاری آواز آئی۔

"سوہنا تے لاجواب بادشاہو۔"

صوتی اثرات پیدا کرنے کے لیے مہندی کی باڑ کے پیچھے چھپے ہوئے لوگ چیخ اٹھے مگر آیوشہ عالم کی اذیت زدہ چیخ بے حد نمایاں تھی۔ احسن نے کلائی تھام کر جلتا سگریٹ اس کی مٹھی میں بند کردیا تھا اور اسے چڑیل بننے کا مزا آگیا تھا۔ اب تکلیف تو جو ہوئی سو ہوئی مگر اپنے چہرے کے بنتے بگڑتے زاویوں کے ساتھ وہ گلے کا سر آن کر کے آف کرنا بھول ہی گئی۔ یہاں تک کہ امو جان اپنی ساڑھی سنبھالتے ہوئے آگئیں۔

میجر احسن شرمندہ ہوگئے۔ ہتھیلی کی نازک جلد واقعی بری طرح جھلس گئی تھی۔

نور الحسن اس کی مٹھی کھولنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ "ہائے میں مروں' ہائے میں مروں" کی رٹ کے ساتھ امو جان کے ساتھ لپٹ رہی تھی۔ عنبر اور عائشہ نے بمشکل تمام ہاتھ کھولا تو واقعی وہاں گول لال سرخ نشان میجر احسن کی شدید زیادتی کا احساس دلا رہا تھا۔

عزیز عالم بھاگ کر برنال کے بجائے اپنی شیونگ کریم اٹھا لایا تھا اور صبو اسے تسلی دیتے ہوئے اب وہی کریم بدحواسی میں اس کے ہاتھ پر رگڑ رہی تھی۔ جب سارا قافلہ لاڈلی آیوشہ کو لے کر اس کے کمرے میں پہنچا تو انکشاف ہوا کہ میجر احسن کہیں کھسک گئے ہیں۔

"کہاں گئے ہیں؟" امو جان کو پریشانی ہوئی۔

"میس میں۔" عزیز نے بتایا۔ "رات وہاں ادھار کے بستر پر گزار کر صبح واپس چلے جائیں گے۔"

"آخاہ! غریب فوجی۔" عزیز نے آہ بھری اور صبو کی حسب عادت ہنسی چھوٹ گئی۔

"دانتوں کی نمائش مت کرو۔" نور الحسن نے مستقبل کا شوہر ہونے کا احساس دلایا۔ نتیجہ یہ کہ صبیحہ بیگم عرف صبو کو بطور احتجاج اس ساری کارروائی سے واک آؤٹ کرنا پڑا جبکہ ساری کارروائی ہنگامے کا شکار ہوچکی تھی لیکن اصل بات جب امو جان تک پہنچی تو انہوں نے آیوشہ کو بلا کر اخلاقیات پر بائیس گز لمبا لیکچر جھاڑا۔ باقی لوگ چونکہ ادھر ادھر مصروف تھے' اس لیے اکیلی نازک جان کو گھونٹ گھونٹ کر کے پینا پڑا۔

اس رات موڈ بس عرش معلی سے چند درجے ہی نیچے تھا۔ جب بی بی جان کی اچانک خرابی طبیعت کے

باعث میجر احسن کو دوبارہ آنا پڑا۔ حسب سابق سب نے ہی خوش دلی کا مظاہرہ کیا مگر آیوشہ عالم منہ پھلائے بیٹھی رہی کہ زخم ابھی تک مندمل نہ ہوا تھا۔

بی بی جان گویا لاڈلے بھانجے کی ہی منتظر تھیں۔ فوراً "اٹھ کر بیٹھ گئیں۔ دوپہر سے نورالحسن ڈاکٹر لالا کر تھک گیا تھا مگر ڈپریشن کم نہ ہوا تھا جو اب احسن کی صورت دیکھتے ہی رفوچکر ہو گیا۔

وہ بی بی جان کی پائنتی پر بیٹھا بے حد مسکین لگ رہا تھا۔ تارہ آپی چائے بنا کر لائیں اور لرزتے ہاتھوں سے پیش کر کے بی بی جان کی تیمارداری کے بہانے وہیں بیٹھ گئیں۔

صبو نے سارا منظر دیکھا اور جا کر اطلاع دی۔

"باہر آؤ ظالمو! وداِن ٹو منٹ۔ رومانس جاری ہے۔"

کمرے کی مغربی کھڑکیاں تجسس بھری نظروں سے بھر گئیں۔

تارہ آپی کے کانپتے ہونٹ اور شرمیلی نظریں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ ان کی نگاہیں کالے بوٹوں پر جمی ہوئی تھیں۔ عنبر نے سب کی پروا کیے بغیر "قدموں میں تیرے جینا مرنا" گانا شروع کر دیا تو سب کو رفوچکر ہونا پڑا۔

آیوشہ کو جگا کر صورت حال بتائی گئی۔ وہ اظہار ناراضی کے طور پر سو رہی تھی تو اس نے جاگ کر ایک نیا انکشاف کیا۔

"میں خواب میں میجر احسن کو دیکھ رہی تھی۔"

"اوئے" عائشہ نے آواز لگائی۔ "کہیں تمہیں بھی اس سے "م ح ب ت" تو نہیں ہو گئی۔ اگر یہی بات ہے تو ان حروف تہجی کی ترتیب بدل ڈالو۔"

"مجھے بددعا نہ دو میری بہن!" آیوشہ سنجیدگی سے بولی۔ "ارے یہ فوجی توپ و تفنگ سے کھیلنے والے۔ یہ کیا جانیں نرم و نازک جذبات کو۔"

"میری بات سو فیصد سچ ہے۔" صبو بولی۔ "یہ محض فلرٹ ہے۔ تارہ آپی پچھتائیں گی۔"

"تم فکر نہ کرو۔" عنبر ناخنوں کی پالش کھرچتے ہوئے کہنے لگی۔ "امو جان کا فرسٹ کزن ہے۔"

"تو اس حساب سے تمہارا ماموں ہی لگا۔ اب ماموں سے نکاح تو جائز نہیں شاید؟"

"بالکل جائز ہے جی۔" صبو بول اٹھی۔ "کوئی تمہارا سگا ماموں تھوڑا ہی ہے۔"

"سگے سوتیلے کو چھوڑو۔" آیوشہ بدستور سنجیدگی سے بولی۔ "یہاں تو حالت یہ ہے کہ اتنے زیادہ ینگ آدمی کو ماموں کہنے کا دل ہی نہیں چاہتا۔"

اس بات پر زبردست ہاہاکار مچی اور زبردست ٹریٹ کا مطالبہ کیا گیا۔

"ضرور دوں گی۔" آیوشہ نے سفید ہتھیلی پر ابھرے سیاہ داغ کو دیکھا۔ جب بی بی جان کی طرف سے بلاوا آیا کہ وہ آ کر نرسنگ کے فرائض انجام دے تو وہ اٹھ کر چلی گئی۔

بی بی جان کے کمرے میں دوسرے بیڈ پر بچھا بستر اس بات کا ثبوت تھا کہ میجر احسن یہاں ہی قیام پذیر ہیں۔ عزیز نے بتایا کہ اس بار وہ لیو پر ہیں اور کچھ دن یہاں رہ کر پھر خدا جانے کہاں کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہ کچھ پتا نہیں چل سکا۔

دس بجے بی بی جان کو دوائی دے کر اس نے الارم لگایا اور ذرا بے نیازی سے میجر احسن کو تاکید کی کہ وہ صبح اپنے پریڈ ٹائم پر بیدار ہو کر بی بی جان کو دوائی ضرور دے دیں۔ انہوں نے گھڑی پر نظر ڈالی اور بولے۔

"مگر مجھے تو میرا اردلی جگاتا ہے۔"

اس کا دل چاہا کہہ دے۔ "اسے بھی ساتھ ہی چھٹی دلوا کر لے آتے۔" مگر وہ بڑے آرام سے ٹھیک ٹھاک موڈ میں کہنے لگی۔

"فوج کے اس رواج کا ہمارے ہاں علم نہیں۔ یہاں یہ کام ٹائم پیس سے لیا جاتا ہے۔" وہ پلٹی۔ ایک بار گہرے میرون پردے سے میجر احسن کو دیکھا اور شب بخیر کہہ کر چلی آئی۔

مگر صبح بے حد وحشت ناک تھی۔ میجر احسن رات صحیح سالم سوئے مگر صبح اٹھ کر جب شیو کرنے لگے تو ان کی ایک مونچھ غائب تھی۔

میجر صاحب اپنی اس بے عزتی پر بے حد چراغ پا تھے اور گھر کے در و دیوار پر زلزلہ آنے کے سے آثار تھے۔ صبو جب بی بی جان کے کمرے سے اپنی کتابیں اٹھانے گئی تو اسے سب سے پہلے پتہ چلا۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بھاگی۔ اس طرح کہ اس کا پاؤں پائنچے میں اور وہ چاروں شانے چت گر پڑی۔

"ارے کیا قیامت ٹوٹی؟" عائشہ بالوں میں برش کرتے ہوئے چلائی۔

"بس یوں سمجھ لو ٹوٹنے ہی والی ہے۔" وہ اکھڑی سانسوں کے درمیان بولی۔ "آ رہے ہیں وہ میجر صاحب مگر ایک مونچھ کے بغیر۔"

عائشہ کو بے تحاشا ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

اتنے میں عنبر بھی تارہ آپی کی زبانی ادھوری رپورٹ سن کر آن پہنچی اور ساری بات سن کر فلسفیانہ انداز میں بولی۔

"دراصل انہیں یہ اسٹائل اس قدر پسند آ گیا ہے کہ اب اسے ہی اپنانے کا ارادہ کیے ہوئے ہیں۔"

مگر عزیز کی زبانی امو جان کے دربار میں حاضری کا سن کر سب کو سانپ سونگھ گیا۔ غضب یہ کہ آغا جی بھی رات سندھ سے واپس آ چکے تھے۔

جب یہ قافلہ سوئے منزل چلا تو نورالحسن کو بھی ساتھ لے لیا گیا لیکن دروازے پر پہنچ کر سب کو آیوشہ کا خیال آیا۔

"کہاں ہے... کہاں ہے؟" آوازیں ابھریں۔ عنبر اور صبو اس کی تلاش میں دوڑیں۔ واپس آ کر بتایا کہ وہ کمرے میں نہیں۔

تارہ آپی پہلے اندر داخل ہوئیں، پیچھے سب کو پتا چلا کہ آیوشہ بیگم امو جان کی گود میں سر رکھے لیٹی ہیں اور طبیعت ہے کہ بے حد خراب۔ معلوم ہوا، رات سے بے حد بخار کے عالم میں مبتلا ہیں۔

ایک لائن سے ڈانٹ پڑنا شروع ہوئی مگر وہ سب مہر بہ لب اخلاقیات اور مہذب انداز زندگی پر لیکچر دینے کے بعد دوسرا مرحلہ آیا۔ عزیز چونکہ سب سے چھوٹا تھا۔ لہٰذا بغیر کسی تکلف کے مرغا بنا دیا گیا۔ نورالحسن

البتہ بی ایس سی اسٹوڈنٹ ہونے کے باعث بچ گیا۔ صبو کے کان پکڑائے گئے۔ عائشہ اور عنبر کو کونے میں کھڑا کر دیا گیا۔ تارہ آپی صاف بچ گئیں کہ اگر وہ دوبارہ بھی جنم لیتیں تو اس قسم کی حرکت ہرگز نہ کر سکتی تھیں۔

اور مس آلوشہ عالم...... اس وقت طبیعت کے سنبھل جانے کے باعث گولی کھا کر سو رہی تھیں۔ دس بجے تک سزا برقرار رہی۔ احسن صاحب دوسری مونچھ کو خود قتل کرنے کے بعد تیار ہو کر بغیر ناشتہ کیے چلے گئے۔

ایک طویل اداسی چھا گئی۔ بی بی جان لاڈلے افسر بھانجے کی اس بے عزتی پر شرم سے نڈھال ہو گئیں۔ بارہ بجے تک ان کا بلڈ پریشر ہائی ہو گیا۔ چنانچہ نور الحسن کی باقی سزا معاف کر کے ڈاکٹر کو بلانے بھیجا گیا جبکہ عزیز کی سزا اموجان کی سفارش پر کم کر دی گئی۔ صبو اور عنبر کو صنف نازک ہونے کے باعث خاص رعایت دے کر چھوڑ اگیا۔ عائشہ پر اس شرارت کا گمان ہو سکتا تھا کہ وہ ہنستی بہت تھی مگر اس کی "ایمان سے 'ایمان سے" والی تکرار پر آغا جی کو یقین کرنا پڑا۔

اب باقاعدہ میٹنگ کا آغاز ہوا۔ موزوں جگہ نور الحسن کا کمرہ تھا کہ وہاں تک بزرگوں کی رسائی کم تھی۔ سب نے بتایا کہ وہ رات خیریت سے سوئے اور صبح آرام سے اٹھے۔ کسی کو نیند میں چلنے کی بیماری بھی نہیں تھی۔ جو ایسی حرکت سرزد ہو سکتی۔ رہی آلوشہ عالم تو رات سے ہی اموجان کی گود میں مقیم تھی۔

خبر ملی کہ ایک بجے دوپہر کو صبح کا ناشتہ تیار ہے۔ چنانچہ سب لوگ ڈائننگ ہال میں پہنچے۔ آلوشہ عالم پہلے آئیں اور آتے ہی بی بی جان کی طبیعت کا پوچھا۔ جواب میں انہوں نے اپنی طبیعت خراب ہونے کی ساری کارروائی سنائی۔

"عجب بے مروت انسان ہے۔" اس نے ناک بھوں چڑھائی۔ "بغیر سلام دعا کے ہی چلا گیا۔ اب جانے بی بی جان کی دوائی۔"

مگر عزیز نے اس کی بات کاٹ دی۔ "دے گئے ہیں دوائی ہمیں "وخت" ڈال کر۔"

"ہائی اسٹینڈرڈ کا بندہ ہے۔" نور الحسن نے اس کی طرف داری کی۔ سگا چچا زاد جو تھا۔ "اس کے بارے میں ایسے الفاظ استعمال مت کرو۔ اونچا ٹیسٹ ہے اس کا۔"

"جی ہاں۔" اب عنبر کی باری تھی۔ "ٹیسٹ تو ماشاء اللہ اتنا اونچا ہے کہ موصوف شہر میں لگنے والی ہر پنجابی فلم بلاناغہ اپنے دوستوں کے ساتھ دیکھتے ہیں۔"

"ہیں نہیں، تھے۔" صبو چلائی۔ "گرامر کا صحیح استعمال کرو۔ وہ ماضی کی بات ہے۔"

"تو مت بول چچی۔" عزیز کو غصہ آگیا۔ "ادھر کی ادھر لگاتی ہے۔"

باقاعدہ جنگ کا آغاز صبو کی طرف سے پھینکے گئے کانٹے سے ہوا اور اس سے پہلے کہ معرکہ عروج پر پہنچ جاتا، آغا جی کے آنے کی خبر ملی۔ سب کچھ سنبھل گیا۔ میز کی حالت منٹوں میں درست اور زبانیں خاموش ہو گئیں۔ پھر قرینے قاعدے سے ایک جگہ ناشتہ کیا گیا مگر اموجان بے قاعدہ اور آغا جی باضابطہ طور پر ناراض ہو گئے۔ بات چیت بند اور ستم یہ کہ جیب خرچ بالکل ہی ختم۔ یہ مسئلہ بے حد نازک تھا مگر تھا بعد از وقت۔ لہٰذا اس پر نہ سوچنے کا فیصلہ کیا گیا۔

شام بے حد وحشت ناک خاموشی کے ساتھ آگئی۔ بی بی جان کا بلڈ پریشر اب ڈپریشن میں بدل گیا۔ تارہ آپی کو انجانی آہٹ کا انتظار رہنے لگا۔ جب بی بی جان پر ساری خوراکیں بے اثر ہو گئیں تو آغا جی اپنی سرخ مزدا میں میجر احسن کو تلاش کرنے نکل گئے۔ انہیں زیادہ تردد نہ کرنا پڑا۔ وہ سگنل کور کے میس میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک مونچھ کے گم اور دوسری کے ناحق خون کا غم بھلا کر بڑے مزے سے تاش کھیل رہا تھا۔

"بے ایمان۔" آلوشہ نے سیٹ کے نیچے سے سر نکالا۔ "صبح کیا دھواں دھار برس رہا تھا۔ ہونہہ! جیسے مونچھیں کٹ گئیں تو دوبارہ آئیں گی ہی نہیں۔"

وہ آغا جی کی گاڑی میں چھپ کر ساتھ آئی تھی۔

سیٹ کے درمیان لیٹے لیٹے کمر دکھنے لگی تھی۔ اس نے دیکھا، وہ اپنے دوستوں کو خدا حافظ کہہ کر آغا جی کے ساتھ آرہا تھا۔

وہ غڑاپ سے اندر ہو گئی۔

اگلے دونوں دروازے کھلے اور اب کی بار میجر احسن ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اور آغا جی دوسری طرف۔ راستے میں میجر احسن نے ہینڈ بریک لگانا چاہی۔ آغا جی کی ہدایت پر شاید اس کی ضرورت پیش آئی ہو گی۔ وہ ہمیشہ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ڈرائیونگ کرنے والے کو مختلف ہدایتوں سے نوازا کرتے تھے کہ میجر احسن چونک اٹھے۔ فیروزی دوپٹے کا سایہ ہینڈ بریک پر چھایا ہوا تھا۔ ان کی نظریں دونوں سیٹوں کے درمیان گئیں۔ پتلی کمر اور چوٹی کا ایک سرا نظر آرہا تھا۔ وہ سب کچھ سمجھ گئے۔

واپس پہنچ کر وہ گاڑی سیدھی گیراج میں لے گئے۔

"آپ چلیے۔ میں گاڑی اور گیراج بند کر کے آتا ہوں۔" وہ احترام سے بولے۔

"بہت اچھا۔" آغا جی نے دروازہ کھولا۔

مگر اس سے پہلے کہ میجر احسن خود باہر آسکتے۔ ان کی بش شرٹ کا ایک سرا مضبوطی سے پکڑ لیا گیا۔ کچھ اس طرح کہ گرفت میں لینے والے کی ذات میں خوف کا عنصر بھی محسوس کیا جا سکتا تھا۔

وہ تذبذب کی کیفیت میں رہ گئے اور آغا جی چھڑی سنبھال کر بی بی جان کو ان کے آنے کی اطلاع دینے چلے گئے۔

"مس آلوشہ عالم! باہر آئیے۔" میجر احسن کی آواز آئی اور زندگی جیسے دوبارہ اس کے وجود میں آگئی۔

"شکریہ، اللہ میاں۔" وہ باہر نکل کر کپڑے جھاڑتے ہوئے بولی۔ "تو نے اپنے انسانوں کو رحم دلی عطا کی۔" اس نے احسن کے بجائے اللہ کا شکریہ ادا کیا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" انہیں یکایک غصہ آگیا۔

"ناراض نہ ہوں جی۔" وہ سادگی سے بولی۔ "بش شرٹ پھٹ تو نہیں گئی۔"

"شٹ اپ۔" انہوں نے صبح کا غصہ بھی نکالا۔

وہ صرف اس خیال سے خاموش رہی کہ اگر یہ سرپھرا انسان دوبارہ چلا گیا تو ساری بات اس کے سر آئے گی۔

"آئی ایم ساری میجر صاحب۔ آئیے نا۔" مگر وہ نہ ہلے۔

"پلیز۔" وہ التجا آمیز لہجے میں بولی اور ہاتھ آگے بڑھا دیا۔

سیاہ داغ چمک رہا تھا۔

میجر احسن فوراً" موم ہو گئے اور چلنے کو بڑھے۔ جب وہ سفید سیڑھیوں کے پاس پہنچے تو وہ گھوم کر عائشہ کے کمرے میں غائب ہو گئی۔

پل بھر میں احسن کی ذات کے گرد ایک عجیب احساس چھا گیا۔ جب وہ ساتھ ہوتی ہے تو کیسا لگتا ہے اور جب نہیں ہوتی تو......"

"لاحول ولا قوۃ۔" وہ مسکرائے۔ "واہ احسن میاں! کیا ہو گیا ہے۔" دماغ بولا۔ "اپنے سے بارہ سال چھوٹی لڑکی کے بارے میں سوچنے لگے۔ واہ۔"

مگر دل...... وہاں تو جیسے ٹھنڈک اور محبت کے سوا کچھ نہ تھا۔

میجر احسن سب کو بھول کر بی بی جان کے گلے سے لپٹ گئے اور یہ منظر صوتی تاثرات کے ساتھ عزیز نے بمعہ اداکاری کے سب کو جا سنایا۔ یوں قیامت آتے آتے رہ گئی۔

☼ ☼ ☼
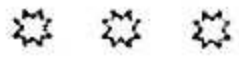
وہ چار دن رہ کر باقی ماندہ چھٹی گزارنے سندھ چلے گئے۔

اس دن تارہ آپی اداسی کا شکار رہیں اور بی بی جان کا سارا دن ٹھنڈی آہوں کے درمیان گرم دوائیاں کھاتے گزر گیا لیکن شام کو زبردست انقلاب اس صورت میں آیا جبکہ آلوشہ کنجوس مکھی چوس نے میجر احسن کی اس دن کی واپسی اور خواب میں آنے کی خوشی میں دوبارہ ٹریٹ کا اعلان کیا۔

ساری چنڈال چوکڑی جمع ہوگئی۔ عائشہ کو اپنا آف وائٹ کارپٹ خراب ہونے کا ڈر تھا اس لیے پارٹی عزیز کے کمرے میں کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ وہ چونکہ ابھی اس گھرانے میں رنگروٹ کا درجہ رکھتا تھا اس لیے اسے فی الحال دری ایشو کی گئی تھی جس کی خرابی یا نقصان کا اتنا زیادہ اندیشہ نہ تھا۔

لڑکیوں نے مل کر سارا انتظام کیا۔ کھانے کی چیزیں سج گئیں اور جب سارے اپنے حواسوں میں انصاف کرنے بیٹھے تو سب کی نظریں درمیان میں ٹک گئیں۔

وہاں سرخ مخمل کی زیور رکھنے والی ڈبیا دھری تھی۔ اردگرد لگی سنہری پٹی چمک رہی تھی۔

"اوئے۔ اے کی اے؟" نور الحسن نے ڈبی اٹھائی اور جب کھولی تو سب پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

میجر احسن کی اس دن والی گم شدہ مونچھ نہایت قرینے سے اس میں سجی تھی۔

"کلمہ پڑھو۔" عنبر تھرتھرائی۔ "سایہ ہوگیا ہے اس گھر پر۔"

"یہ کس نے اڑائی؟" عزیز نے نور الحسن کے ساتھ مل کر غصے بھری آواز لگائی۔

"میں نے۔" جواب ملا اور جب آواز کی سمت غور کیا تو وہاں آیوشہ عالم کا چہرہ چمک رہا تھا۔

"کیا کیا۔ مگر کس طرح؟" نور الحسن ولن والے انداز میں ڈبیا پکڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"اس طرح۔" اس نے انگلیوں سے قینچی کا نشان بنا کر کاٹا۔

"ظالم' بے ایمان" کی آوازوں کے ساتھ دسترخوان پر حملہ کردیا گیا۔ اور سارا غصہ اسی ٹریٹ پر نکالا گیا۔ بعد کی انکوائری سے یہ بات سامنے آئی کہ یہ سب کیا دھرا اسی کا تھا جو خود تو جھوٹ موٹ کی بیمار بن گئی تھی اور باقی گروپ کو سزا سے دوچار ہونا پڑا۔ ٹریٹ کے بعد اس سے باقاعدہ ناراضی کا اظہار کردیا گیا۔ سب کو ہی اپنی "بے عزتی" خراب ہونے کا شدت سے احساس تھا۔

ایک تو ٹریٹ دینے کا غم اور دوسرا کھائی کر سب کا بدل جانا۔ دونوں ہی غم جان لیوا تھے۔ آیوشہ بھی بطور احتجاج کمرے میں بند ہوگئی۔

اماوس کی رات باہر پھیل گئی۔ شام سے دل کچھ دکھی سا لگ رہا تھا۔ برش کرتے ہوئے اس نے ہتھیلی کے داغ کو کئی بار دیکھا جو اب مزید گہرا ہوگیا تھا۔ آئینے میں چمکتی اپنی آنکھیں اسے اجنبی لگنے لگی تھیں۔ وہ اپنے نام پر غور کرنے لگی۔ "آیوشہ" جاپانی زبان کا لفظ تھا جس کا مطلب تھا "زندگی" کئی لمحے اسی سوچ میں گزر گئے۔ حتیٰ کہ برآمدے میں رکھا فون بجنے لگا مگر شاید وہاں کوئی نہیں تھا۔

"جانے سب کہاں مرگئے ہیں کم بخت۔" وہ جھنجلا کر اٹھی مگر ریسیور اٹھاتے ہی لبوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

میجر احسن لائن پر تھے۔

"کیسے ہیں آپ؟" اس نے اخلاقاً پوچھا۔

"ٹھیک ہوں۔ بس دل نہیں لگ رہا بی بی جان کی وجہ سے۔" وہ سادگی سے کہہ رہے تھے۔ اس کا دل چاہا' وہ سارے حجاب بالائے طاق رکھ کر پوچھ لے۔

"بی بی جان کی وجہ سے یا پھر میری وجہ سے؟"

مگر وہ خاموش رہی۔

"بی بی جان تو ٹھیک ہیں نا؟" انہوں نے پوچھا۔

"جی ہاں' مگر آپ کب آئیں گے؟" بے ارادہ ہی سوال پھسل پڑا۔

اور وہ بے حد حیران تھے۔ "یہ آپ پوچھ رہی ہیں؟"

"جی ہاں۔" وہ اطمینان سے بولی۔ "آپ آیئے نا' لوگ یہاں بے حد اداس ہیں۔"

"مثلاً "کون؟"

"تارہ آپی اور سب۔"

احسن کے لہجے کی شوخی غائب ہوگئی۔ وہ تو سوچ رہے تھے کہ آیوشہ شاید کہہ دے۔ "آپ آیئے نا' میں بہت اداس ہوں۔"

"ہیلو ہیلو۔" کوئی جواب نہ پاکر وہ چلائی۔

مگر ادھر سے خدا حافظ کہہ کر فون رکھ دیا گیا۔

اور پھر ایک بے نام سی کیفیت کا احساس چھا گیا۔

☼ ☼ ☼

دوسرے دن اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ جب ڈپریشن کے بعد اسے خود بخود عنبر اور صبو سے صلح کرنی پڑی' اس نے لاپروا انداز میں تارہ آپی کے سامنے ہی کہہ دیا۔

"یار! غضب ہوگیا۔ یہ میجر احسن اب تو ہر ہفتہ خواب میں آنے لگا ہے۔"

"مائی گڈنیس۔" عنبر چلائی۔ "تمہیں سچ مچ اس سے وہ تو نہیں ہوگئی جو پہلے تارہ آپی کو ہوئی تھی۔"

"دماغ خراب ہے تمہارا۔" وہ زور سے بولی۔ "دماغ صحیح ہے ابھی میرا۔"

لیکن اس نے صاف طور پر محسوس کیا کہ اس نے جو کچھ کہا تھا' اس میں ہرگز سچائی نہ تھی۔ دل میں جلتی مدھم آنچ کچھ بڑھ رہی تھی۔

"تارہ آپی! پلیز آپ مائنڈ نہ کیجیے گا۔ یہ مذاق ہے۔" صبو نے صفائی پیش کی۔

"میں سمجھتی ہوں۔" وہ گلنار چہرے کے ساتھ بولیں اور آیوشہ نے بات بنتے دیکھ کر شکر ادا کیا۔

اعصاب کی کشمکش شدید تھی کہ روح اپنی انتہا تک سلگ اٹھی۔ بعض احساس جان لیوا حقیقت بن کر سامنے آتے ہیں مگر یہ احساس تو سب کچھ جلا دینے کے لیے کافی تھا کہ آیوشہ عالم کو واقعی میجر احسن سے بے حد محبت اور عقیدت وغیرہ ملا جلا کر ہوگئی تھی۔

دل اور دماغ کی اس جنگ سے تو اعصاب کی توڑ پھوڑ کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوا۔ لہٰذا ساری کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ ریزہ ریزہ وجود بیڈ پر آن پڑا۔

زرد چہرہ کو نور الحسن نے سرسوں کے پھول سے تشبیہ دے کر غزل کہہ ڈالی۔ اس پر سیاہ بھونرا آنکھیں' دکھ اور انتظار سے بھری ہوئی ہر آہٹ پر ہمہ تن گوش لیکن دراصل غم کیا تھا' یہ کوئی نہ جان سکا۔

☼ ☼ ☼

اس روز جب اس نے کیلنڈر کا صفحہ الٹ کر پہلی تاریخ پر نشان لگایا۔ میجر احسن کی دوبارہ آمد ہوئی۔ نور الحسن نے اس دن سخت بے ایمانی سے اسے کافی میں نیند کی گولی گھول کر پلائی تھی کیونکہ وہ سوتی نہیں تھی۔ اب وہ دوپہر سے جو بے سدھ پڑی تو شام تک کچھ ہوش ہی نہ رہا۔

ایک احساس اپنی ساری شدت سے زندگی بن کر چھا گیا یوں کہ کسی نے اس کی ہتھیلی کے سیاہ داغ پر آنسو ٹپکائے تھے۔ گرم نمی اس نے اپنے حواسوں میں محسوس کی۔ آنکھیں ذرا ذرا سی کھلیں اور کمرے سے باہر جاتے وجود کی پشت کو اس نے صاف پہچان لیا۔

آیوشہ نے گھبرا کر اپنی ہتھیلی کی طرف دیکھا' وہاں سیاہ داغ پر آنسوؤں کے نشان چمک رہے تھے۔ وہ حیران رہ گئی۔ "یہ دل میں ابھرنے والے بے معنی جذبے کیا اتنے زیادہ سچے ہوتے ہیں؟" امو جان جب نماز پڑھ کر دم کرنے آئیں تو وہ جاگ رہی تھی۔

"امو جان! کون آیا ہے؟" وہ آہستہ سے بولی۔

"احسن ہے۔" وہ اتنا کہہ کر اس کے چہرے کا ردعمل دیکھنے لگیں۔ "بلاؤں؟"

"نہیں' رہنے دیں۔" وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ "ذرا یہ لائٹ آف کردیں۔ تیز روشنی ہے۔"

"تیز روشنی۔ ہے۔" امو جان کچھ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

عزیز اندر چلا آیا۔ "آیوشہ! دوائی کھالو۔"

"اچھا لاؤ۔" وہ صلح کن لہجے میں بولی۔ نور الحسن بھی ریکٹ گھماتا ادھر آگیا۔

"کیسی نیند آئی؟"

"بہت اچھی۔" اس کا موڈ اب بہتر تھا۔

"کتنے سپنے دیکھے؟"

"صرف دیکھے ہیں' گنے نہیں۔"

"کل سے گننا شروع کردینا کہ کتنا اسکور ہے۔" وہ شرارتی لہجے میں بولا۔

"ارے ہاں۔" عزیز کو ایک دم یاد آگیا۔ "بھئی وہ اپنے مونچھ شہید میجر صاحب آئے ہوئے ہیں اور

عنقریب عیادت کے لیے آرہے ہیں۔"

"بلکہ آچکے ہیں۔" نورالحسن بولا۔ "کیوں جی؟"

"کہاں؟ کب؟" وہ گھبرا گئی۔

"سپنوں میں۔" وہ قہقہے لگانے لگا۔

"کچھ شرم کرو بے شرمو۔" وہ اپنے خاص انداز میں بولی۔

"لیجیے' آپ تو مائنڈ کر گئیں۔ بھئی بزرگ ہیں ہمارے اور آپ کے۔ اس میں حرج ہی کیا ہے؟"

اب وہ کیسی بھولی باتیں کر رہا تھا۔ آیوشہ کا دل چاہا وہ کہہ دے۔ "تم حرج کی بات کرتے ہو' یہ تو کسی کی زندگی کا سوال ہے۔"

میجر احسن' عائشہ اور عنبر کے ساتھ اندر آگئے۔ پل بھر میں جیسے نقشہ ہی بدل گیا۔ رات گئے تک گپ شپ رہی اور صبح جب آیوشہ نے حسب عادت ناشتے میں انڈے کا مطالبہ کیا تو سب کو یقین ہو گیا کہ مسیحا کے آجانے سے اب وہ سو فیصدی تندرست ہو چکی ہے۔ نورالحسن نے ان سے مؤدبانہ درخواست کی کہ وہ میس چھوڑ کر یہاں ہی آجائیں کیونکہ نوے فیصد افراد خانہ ان کی موجودگی میں تندرست رہتے ہیں۔

مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ صرف ایک طمانیت کا احساس تھا جس نے زندگی کی کچھ آرزو باقی رکھی تھی' ورنہ باقی تو کچھ نہ بچا تھا۔ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ جانے کس طرح وہ خود ہی ٹھیک ہو گئی تھی اور اب اس نے فرنچ کلاسز جوائن کر لی تھیں۔

☼ ☼ ☼

سکون کے یہ بادل محض چند روز چھائے رہے۔ شوال کے چاند میں جب میجر احسن کی تارہ آپی کے ساتھ باقاعدہ منگنی کی رسم ادا کرنے کا اعلان کیا گیا تو اس مرد خدا نے نہ صرف یہ کہ صاف انکار کر دیا بلکہ ساتھ ہی بتا بھی دیا کہ وہ تو آیوشہ سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

مرنجاں مرنج بی بی جان زبردست پریشانی کا شکار ہو گئیں۔ لاڈلے بھانجے نے عین اس وقت ان کی اکلوتی اولاد کو اپنانے سے انکار کر دیا تھا جب دو چار ہاتھ ہی لب بام رہ گیا تھا۔

آیوشہ نے سنا تو نہ حیران ہوئی نہ پریشان بلکہ اس کیفیت کو تو کوئی نام ہی نہیں دیا جا سکتا۔ اس نے تو ساری باتیں صرف اپنے دل تک محدود رکھی تھیں پھر زبان زد عام کس طرح ہو گئیں۔ یہ الاؤ تو صرف اس کی زندگی کے لیے جلا تھا۔ چپکے اور دھیرے سے۔ اب اس کی آنچ سب کی طرف بڑھ رہی تھی۔ کیا کہیں گے سب لوگ۔ اتنے وقار والی آیوشہ عالم ایک عام سی لڑکی نکلی۔ کسی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی' کسی کے ارمانوں کا خون کرنے والی۔ اف توبہ۔

"ایسا ہرگز نہیں ہوگا میجر احسن!" اس نے اپنے دل میں سوچا۔ "آیوشہ زندگی دینے والی چیز ہے' زندگی چھین لینے والی نہیں۔"

تارہ آپی کی شرمیلی نگاہوں میں غضب ناکی کا عجب ہی انداز تھا۔ وہ براہ راست تو کچھ نہ کہہ سکیں مگر بی بی جان کا چہرہ اس وقت حسرتوں کا مزار بنا ہوا تھا۔ عنبر نے ایک البیلے عاشق کا یہ اعلان پل بھر میں نشر کر دیا۔ ادھر ہلچل مچا کر ذات شریف بوریا بستر باندھ کر اسکیم پر کہیں باہر چلے گئے۔ آفس میں فون کرنے پر جب ہر بار "صاحب باہر ہیں" والا خاص فوجی جواب ملا تو ان سویلین عوام کا صبر جواب دے گیا۔ نورالحسن کی منت کر کے اسے میس میں بھیجا مگر وہاں کمرے بند اور تالے خاموش۔ مایوسی تو بے حد تھی مگر سوائے صبر کے اور کیا چارہ تھا۔

اتوار کی صبح جب کلاس ختم ہونے کے باعث وہ جلدی آگئی تھی صبو نے رازداری سے بتایا۔

"سن اے ننھی محبوبہ! وہ تیرا بڈھا عاشق واپس آگیا ہے۔"

"کہاں ہے؟" آیوشہ بے تابی سے بولی۔

"بس بس' سنبھل کر۔" صبو مزے سے چاکلیٹ چباتے ہوئے بولی۔

"میں کل شام "دلفی" سے کتابیں لے کر نکل رہی تھی تو وہ بھی سامنے سے چلے آئے مگر مجھے نظر انداز کر کے دوسری طرف چلے گئے۔"

"اور تو نے رات بھر یہ خبر چھپائے رکھی بے ایمان! نیند کیسے آئی تجھے۔"

"میں تجھے بتانے گئی تھی مگر تو آغا جی کے کمرے میں تھی۔"

"تو بلوا لیا ہوتا' مر تو نہیں گئی تھی۔"

"مگر تو کرے گی کیا؟"

"فیصلہ۔"

"شادی کا؟"

"نہیں' انکار ہے میری طرف سے۔"

صبو نے باقاعدہ بین بجانی شروع کر دی۔ "ارے مر جائے گا وہ۔"

"تو تم کر لو۔" بلا معاوضہ ہی مشورہ پیش کیا گیا۔

"وہ تو پہلے ہی دو بلاؤں کے درمیان پھنس گیا ہے۔ آہ بے چارہ پور سولجر۔"

"ایسے کرتے ہیں۔" آیوشہ سوچ کر بولی۔ "میس چلتے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" صبو نے صاف انکار کر دیا۔ "بدمعاشی کا الزام لگ جائے گا۔"

"کیا کیا؟" وہ چلائی۔ "یعنی کہ یہ کن لوگوں کی سوچ کا انداز ہے۔ لاحول ولا قوۃ۔"

"مجھے نورین نے بتایا تھا۔" صبو نے بات دہرائی۔ "اس طرح سنگل آفیسرز میس جانے والی لڑکیوں کو لوگ اچھا نہیں سمجھتے۔"

آیوشہ سوچ میں پڑ گئی۔ "مگر خیر۔" صبو نے ہمت بندھائی۔ "تو چل' ہم لوگ کہہ دیں گے' ماموں سے ملنے آئے ہیں۔"

اب وہ کسی طرح نہیں مان رہی تھی۔ اپنی عزت اسے بے حد عزیز تھی۔ ساری دوپہر سوچ میں گزر گئی۔ وہ اسے کس طرح بتائے "ایسے فیصلے تنہا نہیں کیے جاتے میجر صاحب! زندگی آفس ٹیبل نہیں ہے' جہاں سے جاری ہونے والا آپ کا ہر فرمان حرف آخر ہوگا۔"

رات کو جب نورالحسن لیٹ شو دیکھ کر آیا تو وہ جاگ رہی تھی۔ مہندی کی باڑھ کے پیچھے سے جب وہ کودا تو وہ چور چور کا شور مچاتی باہر بھاگی۔ عزیز اپنی ہاکی اٹھائے بھاگتا آیا۔ صبو اور آیوشہ کا بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس کے پیچھے گیٹ کی طرف بھاگیں تو وہاں میجر احسن اس کی موٹر بائیک تھامے کھڑے تھے۔

"واہ کیا انداز ہے ظالم کا۔" صبو نے سرگوشی کی۔ "اب تو عاشق کے ساتھ چور بھی بن گیا۔"

وقت کے ایک پل میں وہ ساکت کھڑی رہ گئی۔ احسن کی تیز گہری نظریں سیدھی وجود کے ارد گرد منڈلا رہی تھیں۔ عزیز نے گیٹ کھول کر انہیں اندر آنے کو کہا مگر وہ بائیک کھڑی کر کے پلٹ گئے۔

"مرو تم سب۔" نورالحسن کو غصہ آگیا۔ "میں مشکل سے راضی کر کے لایا تھا۔ اپنے بوتھے دکھانے ضروری تھے کیا۔ جاؤ مناؤ جا کر۔"

مگر وہ تنہا مولسری کے پیڑ تلے کھڑی رہی۔

صبو اور عزیز انہیں بی بی جان کی صحت کا واسطہ دے کر لائے۔ آیوشہ تب تک اپنے کمرے میں جا چکی تھی۔

صبح پانچ بجے وہ بی بی جان کا ٹمپریچر لینے گئی جو اسے ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق چارٹ پر لکھنا تھا تو اس نے محبت و احترام کا اعلا مظاہرہ دیکھا۔ وہ بی بی جان کے قدموں میں سر رکھے سو رہے تھے۔

"بنتا ہے کم بخت۔" اس نے غصے سے سوچا۔ "ڈبل مائنڈڈ فوجی۔ قوت فیصلہ تو ہے ہی نہیں۔"

ٹمپریچر لے کر وہ پلٹی۔ تھرما میٹر دھو کر واپس رکھنے لگی تو وہ پھسل کر میجر احسن کے چہرے پر گر پڑا۔

صبح کاذب کی پھیلتی سپیدی میں اس کی دراز پلکوں والی آنکھیں یک دم کھل گئیں اور وہ اسے دیکھتے ہی کمرے سے نکل آئے۔

"آیوشہ!" اس نے پکارا تو وہ رک گئی۔

"جی!" وہ سیدھی سپاٹ آواز میں بولی۔

میجر احسن خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

ایک بے کراں سناٹا ذات کی تہہ تک اتر گیا۔

آیوشہ کے قدم بڑھے اور وہ میجر احسن کے قریب چلی

آئی۔

"سوری میجر صاحب! آپ نے مجھے سمجھنے میں غلطی کی۔"

وہ پلٹ کر تیزی سے اموجان کے کمرے میں گھس گئی۔ انہیں صبح وضو کے لیے پانی دینا اس کا معمول تھا۔

ناشتہ کیے بغیر ہی وہ کلاس جوائن کرنے چل دی۔ دس بجے جب وہ واپس آئی تو آدھے راستے میں ہی وہ دشمن جان پھر مل گیا۔ آغاجی کی گاڑی لیے وہ بی بی جان کی دوائیاں لینے نکلے تھے۔ اپنی کلاس فیلوز کا مفہوم سمجھ کر وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔

"اتنی زیادہ فرنچ سیکھ کر کس سے بولوگی۔ اب ختم کرو کلاسز۔" میجر احسن کا موڈ خوشگوار تھا مگر وہ پرس کی زنجیر سے کھیلتی رہی۔

"اپنی زبان کلاس میں بھول آئی ہو کیا؟"

"میجر احسن۔" وہ غصے سے چلائی۔ "آپ سے کس نے کہا تھا کہ میں خدانخواستہ آپ کو پسند کرنے لگی ہوں۔"

"آہستہ بولیے بی بی! میں سوائے اپنے کمانڈر کے کسی کا حکم نہیں مان سکتا اور نہ ہی اونچی آواز برداشت کرسکتا ہوں۔"

"میری بات کا جواب دیں۔"

"اوہ اچھا۔" اسے ایک دم آیوشہ کا طویل سوال یاد آگیا۔

"اگر آپ مجھے پسند نہیں بھی کرتیں تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ہزاروں لڑکیاں مرتی ہیں مجھ پر۔"

"جب یہ لڑکیاں اپنا مرنے کا عمل مکمل کرلیں تو پھر آپ تارہ آپی سے شادی کرلیجیے گا۔"

"یہ مستقبل کی بات ہے آیوشہ عالم! اور حال یہ ہے کہ آپ ہمیں اچھی لگتی ہیں۔"

"ایسے فیصلے یک طرفہ نہیں کیے جاتے۔"

"آپ نہ مانیں مگر آنکھیں کبھی جھوٹ نہیں بولتیں۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔" اس نے تسلیم کرلیا۔ "اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ مجھے فوجیوں سے بے حد عقیدت ہے۔"

"چلیے، کوئی نقطہ تو واضح ہوا مگر ہمیں آپ کی مونچھ اڑانے والی شرارت کچھ زیادہ پسند نہیں آئی۔ کلین شیو پسند تھا تو ویسے ہی بتادیا ہوتا۔"

آیوشہ عالم صاف مکر گئی کہ اسے اس واقعہ کا قطعی کوئی علم نہیں۔

میجر احسن بند لبوں سے مسکراتے رہے۔

"مجھے یہیں اتار دیجیے۔" کشمیر چوک کے قریب اس نے گاڑی رکوائی۔ "مجھے ٹیلر سے کچھ کپڑے لینے ہیں۔"

"یہ عورتوں کو اتنا زیادہ شوق کیوں ہوتا ہے کپڑوں کا؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

"آپ کو کس نے بتایا؟"

"شادی شدہ دوستوں نے۔" وہ مسکرائے۔

"غریب روتے رہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں۔ پوری ہی نہیں پڑتی۔ آدھی سے زائد تنخواہ تو بیگم کے لباس کی نذر ہوجاتی ہے۔"

آیوشہ مسکرا کر اتر گئی۔ "آپ جائیے' میں آجاؤں گی۔"

میجر احسن خاموش رہے۔

ٹیلر ماسٹر سے آدھ گھنٹہ تک مغز کھپائی کے بعد جب اس غم کے ساتھ باہر آئی کہ اس کی ویلوٹ کی قمیص کسی نئے شاگرد کی مہارت کی بھینٹ چڑھ گئی تھی تو اس نے دیکھا' وہ کمال استقلال اور ہمت کے ساتھ وہیں موجود تھے۔

"اچھا شوہر ثابت ہوگا۔" اس نے دل میں سوچا۔

"ارے آپ اتنی دیر میرا انتظار کرتے رہے؟" وہ حیرت سے بولی اور جواب میں جیسے میجر احسن کی نگاہیں کہہ رہی تھیں۔

"صرف اتنی دیر؟ آیوشہ عالم! میں تو ساری زندگی تمہارا انتظار کرسکتا ہوں۔"

مگر لب خاموش رہے۔

وہ گھر پہنچے تو تارہ آپی برآمدے میں موجود تھیں۔

آیوشہ کچھ شرمندہ سی ہوگئی جبکہ میجر احسن بالکل نارمل رہے اور بی بی جان کی دوائیاں لیے اندر چلے گئے۔

ساری دوپہر وہ بے خبر سوتی رہی۔ شام کو کیپٹن فاروقی کا فون آفت کی خبر لیے آیا کہ میجر احسن زیدی کی پوسٹنگ پی ایم اے کاکول ہوگئی ہے۔

"لیجیے۔" عزیز نے سیر حاصل تبصرہ کیا۔ "اب موصوف اپنی ناکام حسرتوں کا غصہ غریب کیڈٹوں پر نکالیں گے۔"

"دراصل بات یہ ہے۔" نور الحسن نے سمجھایا۔ "یہ صاحب صحیح طرح پاس آؤٹ نہیں ہوئے تھے' اس لیے انہوں نے دوبارہ بلوایا ہے کہ انہیں ٹھیک ٹھاک کیا جائے۔"

تارہ آپی کی پلکوں پر موتی جھلملانے کا موسم آگیا۔ ایک تو ظالم کی بے وفائی' دوسرے ہجر کے طویل سلسلے۔ دونوں ہی قیامتیں شدید بلکہ شدید تر تھیں۔ ساری تیاریاں کرکے وہ ملنے آئے۔

آیوشہ عالم اپنی دوست کی منگنی پر گئی ہوئی تھی۔ اس سے ملاقات نہ ہوسکی۔ صبو نے اسے فون کیا۔

"رشتے جوڑنے ختم کر کر گدھی اور گھر آ۔ وہ جارہے ہیں۔"

"اچھی بات ہے۔" جواب ملا۔ "ان سے کہو کہ وہاں سے اچھے بچے بن کر آئیں اور آتے ہی تارہ آپی سے نکاح پڑھوالیں۔"

"ہیلو۔" میجر احسن کی آواز آئی۔ انہوں نے آغاجی کے کمرے سے موقع غنیمت جان کر فون اٹھالیا تھا۔

"آیوشہ! صرف چند لمحوں کے لیے آجائیے۔"

"مگر ایک شرط ہے۔" سنجیدہ آواز آئی۔

"بتائیے۔"

"آپ۔۔۔ آپ تارہ آپی سے شادی کرلیجیے پلیز۔"

میجر احسن نے فون بند کردیا۔

اب سرد جنگ کا سلسلہ شروع ہوا۔ اموجان تک سارے حالات ذرا دیر سے پہنچے لیکن جب پہنچے تو غضب ہی ہوگیا۔ ان کا اور بی بی جان کا گزشتہ پینتیس سالوں کا ساتھ تھا مگر شاید اولاد کی خاطر جدائی پڑنے والی تھی۔ آغاجی کو سب کچھ بتادیا گیا۔ وہ سدا کے بولڈ آدمی کہ ماضی میں جج رہ چکے تھے۔ آیوشہ کو بلا کر صاف پوچھنے لگے۔

"اپنی اور اس کی عمر کا فرق نوٹ کیا ہے؟"

آیوشہ عالم خاموش رہی۔ اس خاموشی کو شاید رضامندی جان کر اسے زبردست سرزنش کی گئی۔ اب تقدیر کی ستم ظریفی یہ کہ رات میجر احسن کا فون آیا تو اسی نے ریسیو کیا۔

اپنی شدید ترین بے عزتی کا احساس غالب تھا۔ ایسے معاملوں میں بھلا اندازے لگانے سے کب کام چلتا ہے۔ ادھر ان کی آواز ابھری' ادھر وہ جنونی انداز میں چلائی۔

"آئی ہیٹ یو میجر احسن! ڈونٹ ٹاک ود می۔" (مجھے تم سے نفرت ہے میجر احسن! مجھ سے بات نہ کرو۔) کانونٹ زدہ لہجے کی تابڑتوڑ بوچھاڑ میجر احسن کی روح تک اتر گئی مگر وہ فون نہ چھوڑ سکے کہ دوسری لائن پر بی بی جان احسن احسن چلا رہی تھیں۔ لمحوں میں بخار چڑھا اور پل بھر میں کیفیت ہی بگڑ گئی۔ عائشہ نے جل کر میجر احسن کو کئی ایک مہذب گالیاں دے ڈالیں۔

نور الحسن نے مفت مشورہ دیا۔ "انہیں چاہیے اب نکاح پڑھوالیں کسی سے۔ یار اتنا اچھا آدمی مفت میں بڈھا ہورہا ہے۔"

سب نے مل جل کر دو دنوں میں بڑی کوشش سے اس کا بخار اتارا۔ البتہ عالم بخار میں کی گئی اس کی ساری بکواس نوٹ کرلی گئی تھی کہ ضرورت پڑنے پر اسے سنوائی جاسکے۔ کیسٹ نکال کر عزیز نے رازداری کا فیصلہ کرتے ہوئے احتیاط سے اپنے جوتوں کے ڈبے میں چھپادی۔

☼ ☼ ☼

آغاجی کے اس وسیع گھر "رین بسیرا" میں بی بی جان کے شوہر اور تارہ آپی کے والد زمان بابا کی آمد پر اسرار

حالات میں ہوئی۔ تارہ آپی کی پیدائش کے بعد وہ بی بی جان کو "رین بسیرا" میں چھوڑ کر لندن چلے گئے تھے۔ مدتوں اطلاع ہی نہ ملی کہ کہاں ہیں بعد ازاں پتہ چلا کہ موصوف کسی گوری کے چکر میں ایسے چکرائے کہ اس کے پانچ بچوں کے باپ بن کر نہ ادھر کے رہے اور نہ ادھر کے۔ "رین بسیرا" کے درودیوار بی بی جان کی تنہائیوں اور روتی آنکھوں کے گواہ تھے۔ آغا جی نے دوستی کی لاج نبھائی اور تارہ آپی کو اپنی اولاد کی طرح پالا۔ اب جبکہ بی بی جان سفید برف بال اور جوان بیٹی لیے خود بڑھاپے کی دہلیز پار کر چکی تھیں۔ زمان بابا واپس آ گئے۔ کئی ایک جلتے بجھتے لمحے بی بی جان کی ذات کے ارد گرد بکھر گئے۔ براؤن سوٹ میں ملبوس ایک اسمارٹ سے بزرگ کی آمد کی خبر "رین بسیرا" میں حسب سابق نشر ہوئی اور سب پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ صبو کو سب سے زیادہ حیرت ہوئی کہ اب یہ کیا لینے آئے ہیں۔

"عشق کی کوئی منزل نہیں ہوتی نادان لڑکی!" نور الحسن نے اسے سمجھایا۔ "یہ تماشا ہر اسٹیج پر کیا جا سکتا ہے۔ عمر' وقت کی کوئی قید نہیں۔"

امو جان نے بہت کوشش کی کہ بی بی جان کسی طرح تو ان کے سامنے آ جائیں مگر وہاں ایک ہی انکار تھا۔

پھر ہر ہفتے ان کی آمد معمول بن گئی۔ "رین بسیرا" کے مکین جب پریشانی سے دوچار ہونے لگے تو عزیز نے مفت مشورہ دیا کہ "یار! کسی طرح ان کی بھی پوسٹنگ کراؤ۔"

"آہ' بے چارے میجر احسن۔" اس نے سوچا۔ "یہاں کا اچھا بھلا موسم چھوڑ کر کاکول جا بسے۔ وہاں صبح ہی صبح سردی میں نانی یاد آتی ہوگی بچو جی کو۔"

"کس کے بارے میں سوچ رہی ہو؟" عائشہ نے پوچھ لیا' وہ فوراً سنبھل گئی۔

"کچھ نہیں' یہی کہ اب کیا ہوگا؟"

"آیوشہ!" وہ سرگوشی کے انداز میں بولی۔ "تو احسن کے بارے میں سوچ رہی تھی نا؟"

ندامت کا پسینہ پیشانی کو تر کر گیا۔ ہتھیلی کے سیاہ نشان کو دیکھتے ہوئے اس نے اس شام عائشہ کے سامنے اعتراف کر لیا۔

"ہاں میں واقعی اسی کے بارے میں سوچ رہی تھی۔"

"اچھا مگر کیوں؟"

"کچھ کچھ پسند آنے لگا ہے مگر شادی کرنے کی حد تک نہیں۔"

اسی وقت نور الحسن اس سے کوک کے لیے پیسے ادھار مانگنے چلا آیا تو عائشہ نے جل کر اسے "انٹرنیشنل فقیر" کا خطاب دے ڈالا جسے اس نے مصنوعی ناراضی سے قبول کر لیا۔ تارہ آپی کو خوش کرنے کے لیے جب یہ قافلہ کوک پینے "لالے دی ہٹی" پر جا رہا تھا تو زمان بابا کی سفید مرسیڈیز بھی آتی دکھائی دی۔

"باپ رے۔" عنبر بولی۔ "اتنا زیادہ امیر آدمی ہے یہ۔ بی بی جان کو فوراً "ہاں" کر دینا چاہیے۔"

تارہ آپی بہت نروس ہو گئی تھیں۔ لہٰذا انہیں باقاعدہ سہارا دے کر واپس لایا گیا۔ غضب یہ ہوا کہ زمان بابا ابھی تک برآمدے میں موجود تھے اور وکیل کے ذریعے تارہ آپی کو لے جانے کی دھمکی دینے کے بعد اب آغا جی کے چہرے کا ردعمل دیکھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔

زمان بابا کی نظر ان سب پر پڑی۔ تارہ آپی سب سے آگے تھیں۔ بی بی جان کی جوانی کا نقشہ۔ جذبات کے دھارے بدل گئے۔ تارہ آپی آگے بڑھیں اور بابا جان کی جھولتی شاخوں جیسی بانہوں میں جھول گئیں۔

بے ہوشی کا دورانیہ اگرچہ طویل سہی مگر اس کا خاتمہ خاصا خوشگوار تھا جب آنکھ کھلنے پر انہوں نے بی بی جان اور زمان بابا کو آمنے سامنے بیٹھے دیکھا۔

پل بھر میں دنیا ہی بدل گئی۔

بی بی جان اولاد کی خاطر ہار گئیں۔ انا کا بت ریزہ ریزہ ہو کر ٹوٹ گیا۔ زمان بابا بھی "رین بسیرا" میں اٹھ آئے۔ بی بی جان اب کہیں اور جانے پر ہرگز راضی نہ تھیں۔

زمان بابا خاصے فراخ دل ثابت ہوئے۔ آتے ہی

اپنی ایک گاڑی بچہ پارٹی کے تصرف میں دے دی۔ اب اندھا کیا چاہے دو آنکھیں۔ سب نے اس پر باری باری ڈرائیونگ سیکھنی شروع کی اور جب گاڑی مکمل طور پر چھکڑا بن گئی تو ورکشاپ میں ڈال دی گئی۔ بیس دن بعد نور الحسن نے اپنے زور بازو پر بالآخر دس ہزار کا بل کیبنٹ سے منظور کروا ہی لیا۔ بی بی جان کا ڈپریشن بھی غائب ہو گیا تھا اور بلڈ پریشر تو اب بالکل ہی نارمل تھا کیونکہ وہ اکثر سج سنور کر زمان بابا کے ساتھ دکھائی دینے لگی تھیں۔

حالات کچھ پرسکون دکھائی دینے لگے۔

☼ ☼ ☼

میجر احسن ان ہی دنوں "مڈٹرم بریک" میں چلے آئے۔ ساون کی پھواریں "رین بسیرا" میں چھما چھم برس رہی تھیں اور سفید سیڑھیوں پر وہ سب براجمان خاندانی سیاست پر گفتگو کر رہے تھے۔ اس بار وہ چونکہ پورے چھ ماہ اور دس دن بعد آئے تھے' اس لیے زبردست شور سے ان کا استقبال کیا گیا۔ زمان بابا اس شور سے کچھ پریشان باہر نکلے۔ بھیگے ہوئے مہمان کو دیکھا اور بی بی جان سے بولے۔

"یہ لڑکا کون ہے؟"

"لڑکا؟" نور الحسن نے چبا چبا کر کہا۔ "آپ نے انہیں پہچاننے میں غلطی کی۔ حالانکہ۔۔۔"

"حالانکہ اس وقت تو انہیں لڑکے کا باپ ہونا چاہیے تھا۔" عنبر کی اس سرگوشی پر سارے ٹولے کی بے اختیار ہنسی چھوٹ گئی اور زمان بابا بس مائنڈ کرتے کرتے ہی رہ گئے۔ بی بی جان نے بات بنائی۔

"شیریں آپا کا بیٹا ہے' احسن زیدی۔ آپ نے پہچانا نہیں؟"

زمان بابا رسمی انداز میں "ہیلو ہیلو" کہہ کر ملے اور بی بی جان تو چھ ماہ کے بعد اس کا مکھڑا دیکھ کر واقعی صدقے واری ہونے لگیں۔ عید کا چاند جو نکلا تھا۔

"رین بسیرا!" میں گرمیوں کی یہ شام ٹھنڈک اور نرمی لیے آ گئی۔ بی بی جان کئی سالوں بعد کچن میں گئیں۔ حقیقت میں یہ سارا تکلف "قوم کے ہیرو" کی خاطر کیا گیا تھا مگر بعد میں ساری ڈشز پر خوامخواہ زمان بابا کی پسند کا الزام تھوپ کر پیش کر دیا گیا۔

کھانے کے بعد بزرگ کسی کی عیادت کو چلے گئے اور عزیز نے سب کی ڈرائیونگ سیکھنے کا قصہ مزے لے لے کر سنایا۔

"احسن بھائی! آپ کو پتا ہے "آرمی انجینئرز کور" والے ایک نئی زگ زیگ سڑک بنا رہے ہیں۔"

"اچھا!" وہ سگار جلا کر بولے۔ "میرے علم میں تو نہیں۔"

"اس سڑک پر مس آیوشہ عالم گاڑی چلایا کریں گی کیونکہ جب یہ اسٹیرنگ پر ہوتی ہیں تو گاڑی زگ زیگ چلتی ہے۔"

تیز گہری نگاہیں اس کے دل میں اتر گئیں۔ جانے کیا تھا ان میں' وہ کچھ نہ جان سکی۔ ایک حسرت اور آس کا دھیما سا جلتا ہوا احساس۔ محرومی کا ہلکا سا سایہ۔ جھپک جھپک آیوشہ کی پلکیں لہرا گئیں۔ سگار کے خوشبودار دھوئیں میں احسن زیدی کا چہرہ دھندلا گیا۔ اداس مسکراہٹ نے چہرے پر صرف ایک پل کے لیے رکنا مناسب سمجھا اور پھر ایک بے نام سی کرختگی چھا گئی۔

رات گیارہ بجے جب وہ امو جان کو شوگر کو ٹڈ گولی کھلا کر باہر آئی تو اس نے دیکھا۔ وہ جان بوجھ کر باہر ٹہل رہے تھے' جب ہی پانچ سیڑھیاں ایک ساتھ پھلانگ کر وہ سامنے آ گئے۔ آیوشہ عالم ستون کی آڑ میں ہو گئی۔

"یہ ڈرائیونگ کا شوق چھوڑ دیجیے۔" سرسراتا لہجہ قریب سے گزر گیا۔ "آپ کی جان بے حد قیمتی ہے۔"

"کس کے لیے؟" بلا ارادہ وہ پوچھ بیٹھی۔

"کسی کے لیے؟"

"میجر صاحب! فوجی ہو کر غیر حقیقت پسندی کی باتیں نہ کریں۔"

"فوجیوں کو آپ جذبات سے اتنا عاری کیوں سمجھتی ہیں۔ وہ بھی تو انسان ہوتے ہیں۔" انہوں نے اپنی

ساری قوم کی صفائی پیش کی۔ "خاکی وردی پہن لینے سے جسم پتھر کا تو نہیں بن جاتا۔"

آبوشہ عالم نگاہیں جھکائے کھڑی رہی۔ چاند بام کے اونچے درختوں کے پیچھے سے جھانکنے لگا۔

"میجر احسن! آپ مت بھولیں کہ آپ کا نام کسی کے ساتھ لگ چکا ہے۔"

"مگر میں اسے تسلیم نہیں کرتا۔" لہجے کی مضبوطی کا اندازہ کر کے وہ کانپ گئی۔

"کچھ لوگ بڑے عجیب انداز سے جیتے ہیں میجر صاحب!" آبوشہ عالم نے پرسکون لہجے میں انہیں مطمئن کرنا چاہا۔ "بے نام آہیں' نامراد لمحے زندگی کا حصہ بن جاتے ہیں۔ وہ کسی کو چاہنا چاہتے ہیں مگر یہ ان کا مقدر نہیں ہوتا۔ کوئی انہیں محبت دینا چاہتا ہے مگر یہ ان کے نصیب میں نہیں ہوتی۔"

میجر احسن دم بخود کھڑے اتنی چھوٹی لڑکی کا اتنا بڑا فلسفہ حیرت سے سنتے رہے۔

"ضد میں انسان ٹوٹ جایا کرتا ہے آبوشہ بی بی! آخر آپ مان کیوں نہیں جاتیں کہ۔۔۔"

"اُفوہ!" وہ جھنجلا گئی۔ "آخر آپ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔"

احسن خاموشی سے پلٹ گئے۔

☼ ☼ ☼

اور پھر ہجر کے سلسلے طویل اور طویل تر ہوتے گئے۔ دل جلتی بجھتی چنگاریاں بن گئے۔ آبوشہ نے اپنے گرد بلند و بالا دیواریں تعمیر کر لیں مگر دل جانتا تھا کہ یہ دیواریں کانچ کی ہیں جو ٹوٹ کر بکھرتا ہے تو کوئی ایک کو زخمی کر دیتا ہے۔

میجر احسن اسی صبح واپس چلے گئے۔ تارہ آپی کی دلی کیفیت چہرے سے عیاں تھی لیکن اس نے اپنی روح کے سارے زخم دل کے اندر ہی چھپا لیے۔

ان ہی دنوں امتحان ناگہانی آفت کی طرح ٹوٹ پڑے عزیز ٹیوشن پڑھنے باقاعدگی سے جانے لگا۔ عنبر ہاسٹل چلی گئی' نورالحسن کو یہ آس تھی کہ بی ایس سی کے بعد وہ باقاعدہ شوہر بنا دیا جائے گا۔ وہ پڑھائی میں سنجیدہ ہو گیا۔ کہ اگر خدا نخواستہ کمپارٹمنٹ آئی تو مفت میں سارا پروگرام خراب ہو جائے گا۔

اب تو صبو نے بھی اس سے باقاعدہ شرمانا شروع کر دیا تھا۔ ادھر ڈاکٹر واسطی کا ایک طرفہ ٹریفک کی طرح کا رومانس عزیزی عائشہ عالم سے شروع ہو چکا تھا۔ دراصل بہت زیادہ پڑھ جانے کے باعث اور کچھ اپنی ہلکی ہلکی سی بزرگی کے زیر اثر وہ ڈانٹ اور رومانس ملا جلا کر کر رہے تھے۔ جوان کے فلسفے کے مطابق سراسر جائز تھا۔ تارہ آپی زمان بابا کی آمد کے بعد بے حد سگھڑ اور سلیقہ شعار وغیرہ قسم کی چیز ہو گئی تھیں۔ ان دنوں وہ اکثر کشیدہ کاری کرتی نظر آتیں۔ مگر آبوشہ عالم کا زمانہ حال سخت اداسی میں گزر رہا تھا۔ میجر احسن نے خواب میں آنا تو بالکل ہی چھوڑ دیا تھا اس پر ستم یہ کہ فون کرنا بھی ختم یعنی وہ بطور احتجاج ساری دنیا سے ناراض صرف فوج کی خدمت کرنے میں مصروف تھے اور یہ صورت حال فرد واحد کے لیے اذیت ناک سہی لیکن ملک و قوم کے حق میں سو فیصدی بہتر تھی۔

☼ ☼ ☼

وقت کچھ آگے بڑھا۔ گرمیوں میں طویل دوپہریں ذرا ذرا سی گھٹ گئیں۔ جلتی شامیں کچھ پرسکون لگنے لگیں۔ بی بی جان اور زمان بابا بھی سیٹ ہو گئے زمان بابا کی ولایت والی میم نے دھمکیوں بھرے تار بھجوانے کم کر دیے تھے۔ زمان بابا کسی ضروری کام سے گاؤں گئے تو واپسی پر مہمانوں کا ایک غول ساتھ تھا۔

انیکسی اس بن بلائی مخلوق خدا سے بھر گئی۔ خانساماں اپنے بھائی کی شادی میں گاؤں گیا ہوا تھا۔ مجبوراً" آبوشہ کو تارہ آپی کے ساتھ مل کر اس مخلوق کے لیے ناشتہ بنانا پڑا تو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ ساری فرینچ جو سخت کوششوں سے سیکھی تھی بھول گئی۔ اب وہ کہتی کچھ اور منہ سے کچھ اور ہی نکلتا تھا۔

"آبوشہ!" وہ تارہ آپی کے پراسرار لہجے سے پریشان ہو گئی۔

"احسن تجھے پسند کرتے ہیں نا؟"

"نہیں' ہرگز نہیں۔" دل لہو ہی تو ہو گیا۔ "یہ ...ل غلط فہمی ہے اور کچھ نہیں۔"

وہ ان کی طرف دیکھنے کی ہمت ہی نہ کر سکی۔

"آشی! تارہ آپی کی آنکھیں برسنے لگیں۔ "مجھے ...ائے محرومیوں کے کبھی کچھ نہیں ملا۔"

"تارہ آپی!" اس کے اندر کی لڑکی کا دل بولا۔ اور ...دل میں وہ سب کچھ بھول کر ان سے لپٹ گئی۔

...اتنی خود غرض نہیں۔ مجھے غلط نہ سمجھیں۔"

شام تک وہ پرسکون ہو گئی' طبیعت پر کوئی بوجھ نہ ...

"کسی کے لیے جینا بھی ایک خوشگوار عمل ہے۔"

...اس کی مسکراہٹ کا مفہوم جان کر بولی۔ وہ واقعی بلا ...ی زیرک ثابت ہوئی تھی۔

"تو کیا اسے شیئر کرنے کا ارادہ ہے؟" وہ کھلکھلا ...ہنسی۔

"کسے؟"

"اسی غریب فوجی کو جو دو لڑکیوں کی جنگ میں ناحق ...بار شہید ہو رہا ہے۔"

"اس کا ذکر مت کرو پلیز۔"

"دل پر چوٹ لگتی ہے نا؟"

"بس یہی سمجھ لو۔" وہ اپنی کیفیت چھپا نہ سکی۔

...اسی شام ہاسٹل سے آئی۔ نورالحسن کا آج آخری ...تھا۔ وہ خوامخواہ ہی منہ پھاڑ رہا تھا۔ حالانکہ ...کٹیکل ابھی باقی تھا۔ جب کہ عزیز صحیح و سالم کامیاب ...کر اب فرسٹ ایر فول بننے والا تھا۔

زمان بابا کے مہمان رخصت ہو گئے۔ عزیز ان دنوں ...ان بابا کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ نئی نئی گاڑی چلانا سیکھی ...ی۔ شوق عروج پر تھا۔ ان کا ڈرائیور ویسے بھی ان ...دنوں چھٹی پر تھا' اس لیے عزیز کے مزے ہو گئے۔ اب ...مہمانوں کی رخصتی عمل میں آئی تو عزیز ایک دھاڑتی ...ی خبر لے آیا۔

"سب چلے گئے۔ صرف ایک رہ گیا۔"

"کون ہے؟ کیسا ہے؟" آوازیں آئیں۔

"ہیبت ناک" وہ بولا۔ "لڑکیاں دیکھیں گی تو بے ہوش ہو جائیں گی۔ لڑکے دیکھیں گے تو اس بلے کے سامنے چوہے لگیں گے۔"

"جاؤ' جا کر نام پتا کر کے آؤ۔" عائشہ نے حسب عادت عزیز کو حکم دیا۔

اب جو وہ دوپہر کو نام پتا کرنے گیا تو مغرب کی اذان کے وقت واپس لوٹا' سارے گروپ نے خوب لعنت بھیجی' مگر وہ خلاف توقع خاموش رہا۔

"بک بھی اب الو۔ نام بتا اس کا۔" عائشہ کو بے حد غصہ آ رہا تھا۔

"سر۔۔۔ بلند۔۔۔ خان" وہ ہچکیوں کے درمیان بولا تو سب کو سانپ سونگھ گیا۔ نورالحسن نے بزرگانہ تسلی دے کر سبب پوچھا تو وہ آہستہ آہستہ بولنے لگا۔

"نام سربلند خان ولد پتہ نہیں کیا۔ حال مقیم انیکسی آف رین بسیرا۔ زمان بابا کے بھتیجے' پیشہ زمین داری اور اور۔۔۔" وہ خاموش ہو گیا اور ادھر ادھر دیکھنے لگا۔

"پوری بات بتاؤ برخوردار۔۔۔!" نورالحسن نے حوصلہ افزائی کی۔

"پہلے بتاؤ' تارہ آپی کہاں ہیں؟" اس نے سوال کیا۔

"وہ رشیدہ کی کشیدہ کاری کا مطالعہ کر رہی ہیں۔ تم بے فکر رہو۔" عائشہ نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔" عزیز نے دوبارہ بولنا شروع کیا۔

"میں آپ کے لیے کوئی اچھی خبر نہیں لایا۔ دراصل زمان بابا' تارہ آپی کی شادی اسی دیو سے کرنے کا سوچ رہے ہیں۔"

وہ سب کے سب اس خبر کے سنتے ہی عزیز پر پل پڑے۔ وہ بھاگ کر بیڈ کے نیچے گھس گیا۔

"تجھے ان کی سوچ کا کس طرح پتا چلا؟" سب چلا کر پوچھ رہے تھے۔

"مارو گے تو نہیں۔"

"ہرگز نہیں۔" آوازیں آئیں۔ "باہر تو آؤ۔"

وہ باہر نکلا اور جیب سے ایک کیسٹ نکال کر

لگادی۔ سب کے سب ہمہ تن گوش ہوگئے مگر سوائے گھوں گھوں کے اور کوئی آواز ہی نہ تھی۔

اس وقت جب کہ عنبر تنگ آکر اسے مکا مارنے ہی والی تھی زمان بابا کی آواز ابھری اور ساری صورت حال واضح ہوگئی۔ زمان بابا اسے یقین دلا رہے تھے کہ تارہ کی شادی اسی کے ساتھ ہوگی۔ بڑے بھائی نے گزشتہ بائیس سالوں سے جس وسیع جائیداد پر قبضہ کر رکھا تھا۔ اس میں سے اپنا حصہ لینے کی صرت ایک ہی صورت رہ گئی تھی کہ ان لوگوں کی کڑی شرط مان لی جائے۔ سو وہ اولاد کو سولی پر لٹکا کر باون کروڑ کی جائیداد حاصل کرنے پر تل گئے تھے۔

اس ٹین ایجر گروپ نے اسی وقت بی بی جان کو جاکر ساری کیسٹ سنوادی۔ جوں جوں وہ سنتی گئیں' چہرے کی رنگت بدلتی گئی۔ بائیس سالوں کے بعد زمان بابا وارث بننے چلے آئے تھے۔ بیٹی کو اپنی آرزوؤں ارمانوں سمیت بیچ کر دولت حاصل کرنے کی ہوس نے انہیں اندھا کردیا تھا۔

ادھر ٹیپ کا آخری بند ختم ہوا۔ ادھر سانس کی ڈوری ٹوٹی کہ بس اب بہت ہوچکا تھا محبت نہ ملے نہ سہی مگر اعتماد ٹوٹے تو زندگی کی حد ختم ہوجاتی ہے۔

☼ ☼ ☼

"رین بسیرا سے بی بی جان کا جنازہ آہوں کے ساتھ اٹھا۔ آنکھوں سے برسات جاری رہی۔

تارہ آپی کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ زمان بابا اس اچانک موت کا سبب جاننے کی کوشش کرتے رہے مگر یہ نہ جان سکے کہ اس بار کا لگایا گیا زخم ساری زندگی کی جدائی کے گہرے وار سے زیادہ کاری تھا۔

دکھ کا احساس زندگی کو گرفت میں لیے جینے کی راہ دکھانے میں پیش پیش تھا' صبو کی نظر اچانک اس پر پڑی۔ وہ کسی کام کے لیے تیسری بار اندر آیا تھا۔

"یہ کیا چیز ہے؟" اس نے پوچھا مگر پاس کھڑے نورالحسن نے کوئی توجہ نہ دی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے۔؟"

"ارے! یہ چیز'؟" وہ اس کی طرف اشا... بولا۔ "عجائب گھر میں رکھنے کے قابل ہے۔" ...

وہ سب کچھ سمجھ گئی۔

بی بی جان دنیا کے جھمیلوں سے چھوٹ... لوگ بھی تعزیت کرکے چلتے بنے۔ مگر رین... مکین ایک طوفان سے دوچار ہوگئے۔ زمان بابا... کو ساتھ لے جانا چاہتے تھے۔ مگر وہ اس کے ... تیار نہ تھیں آغا جی اس معاملے میں قطعی ... تھے۔ اور اموجان مجبور۔ زمان بابا نے دونوں کی ... اور بے بسی سے فائدہ اٹھایا اور تارہ آپی کو صرف ... ہفتے کی مہلت دی' ایسے میں سب کو صرف ایک ... نجات دہندہ نظر آیا۔ اور وہ تھی میجر احسن کی ذات ... انہیں یکے بعد دیگرے تار دیے گئے۔ عزیز ... کئی کالیں بک کرائیں۔ مگر ان دنوں شدید بارشوں ... باعث ہر بار لائن خراب ہی ملی۔ تارہ آپی ان ... سرگرمیوں سے بے خبر تھیں۔ مسلسل رونے ... کی آنکھیں لال انگارہ بن کر رہ گئی تھیں۔ نورا... نے خود کاکول جانے کا سوچا۔ مگر سارا وقت انتظار ... سوچ بچار میں ہی گزر گیا۔ مہلت کی مدت ختم ہوئی ...

☼ ☼ ☼
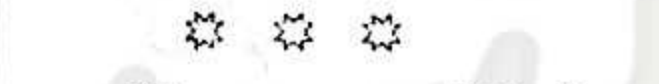
تارہ آپی کی ذات میں سب نے ایک زبرد... تبدیلی نوٹ کی۔ وہ روانگی کے دن بے حد پر... تھیں۔ اور اپنے آپ میں مگن جب کہ صبو' عنبر... اور آیوشہ کا برا حال تھا۔

سب سے باری باری مل کر وہ آیوشہ کو ایک ... لے گئیں۔

"عورت کی کوئی منزل نہیں ہوا کرتی آشی!" ... پرسکون لہجے میں بولیں۔ "اس کے لیے اول و آخر ... نہیں۔ یہ بے چاری روح تو ساری زندگی سفر کرتی ... ایک سے دوسری جگہ' ہجرت کا یہ سلسلہ ساری ز... جاری رہتا ہے۔ احسن نہیں آئے۔ انہیں ... طلب نہیں تو میں انہیں کیوں چاہوں' سنو انہیں ... محبت دینا جس کے وہ طلب گار ہیں۔ تمہیں میری ...

...شہ!"

بے تحاشا چیخوں کا طوفان ہر طرف پھیل گیا۔ وہ ... تے روتے ان کے قدموں میں گر پڑی۔

"آپ نہ جائیے تارہ آپی پلیز!؟"

مگر جانے والوں کو کون روک سکتا ہے۔ سفید ... ڈیز نگاہوں سے اوجھل ہوگئی اب ویسا ہی سماں تھا ... کیفیت تھی جو بی بی جان کا جنازہ اٹھنے کے بعد ہوئی ... سارے دل بجھ گئے۔ وہ تنہا کھلے لان میں ٹہل ... کر اپنے آپ کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہتی۔ ... یان خاموش گم صم رہتیں۔ عائشہ کے لیے ڈاکٹر ... ی کا اصرار بڑھ رہا تھا۔

...س سے جب پوچھا گیا تو اس نے ساری زندگی ... "دستریل پروفیسر" کا خطاب دیتے رہنے کے بعد ... موقع پر بڑے آرام سے شرما کر اپنا ڈھائی من کا سر ... یعنی لڑکیوں کی روایت کے مطابق اس نے اپنے ... کا دل توڑنا مناسب نہ سمجھا۔ ان ہی دنوں عزیز اور ... الحسن تارہ آپی کا پتہ کرنے گاؤں گئے تو پتا چلا کہ وہ ... حویلی میں مقیم خوش ہیں۔ اگرچہ یہ ناممکن سی ... لگتی تھی۔ مگر انہوں نے اتنی قسمیں کھائیں کہ ... "سب کو یقین کرنا پڑا۔

مگر ایک ہستی' ایک ذات ایسی بھی تھی جو گئی تو دل ... جھروکوں میں قید ہو کر رہ گئی مگر وہ دوبارہ پلٹ کر نہ ...

"بعض انسانوں کی زندگی سے کیسی داستانیں ... ب ہوتی ہیں۔" وہ سوچا کرتی۔ "مگر وہ خود کس قدر ... اداس اور تنہا ہوتے ہیں۔"

بے چین شامیں' بے نام صبحیں اور اداسی کا ڈیرا ... زرد دوپہریں سراب کی طرح زندگی کے صحرا میں ... لگیں۔ مگر وہ کہ زندگی کا راستہ جس کی آمد سے بدل ... ٹھانہ آیا۔ حتیٰ کہ سرخ الاؤ کی طرح دہکتا شادی کا ... سنہری زنجیر سے بندھا آن پہنچا۔ تارہ آپی میجر ا... کے خلاف دل میں کدورتوں کا طوفان چھپائے سر ... ان کو پیاری ہونے والی تھیں۔ کارڈ سامنے رکھ کر ... مختلف زاویوں سے بحث کی گئی طے یہ پایا کہ ایک ...

نہ دو بلکہ پوری پارٹی اس نازک موقع پر وہاں موجود ہوگی۔

☼ ☼ ☼

پی آئی اے کی پرواز سے جب وہ حیدر آباد ہوائی اڈے پر اترے تو زمان بابا بذات خود استقبال کے لیے موجود تھے۔ انہیں وہاں دیکھ کر ان سب کو اپنی رائے کسی حد تک بدلنی پڑی۔ بی بی جان کی وفات کے بعد وہ بے حد دکھی سے لگنے لگے تھے۔ گاؤں پہنچ کر جب تارہ آپی سے ملاقات ہوئی تو وہ آیوشہ کو بے حد نارمل سی لگیں برسوں کی محرومی کے بعد حاکمیت ملی تھی اور اب تو وہ رانی بن کر راج کرنے والی تھیں۔ شاید اسی احساس نے میجر احسن کا خیال تک بھلا دیا تھا۔

ڈھول ڈھمکے کے ساتھ بارات آئی۔ سربلند خان کا سر بھاری سہرے کے بوجھ سے جھکا ہوا تھا۔ ادھر زنان خانے میں سارا انتظام اموجان اور لڑکیوں نے سنبھالا' جب کہ عزیز' نورالحسن اور آغا جی باہر مصروف تھے۔

بارات کی آمد کے تھوڑی دیر نورالحسن اندر آگیا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کو اشارے کیے گئے' تھوڑی ہی دیر میں وہ سب باہر تھے۔ عزیز کے مشورے کے مطابق سارا بچا ہوا کوک ایک بوتل میں جمع کیا گیا۔ باقی بوتل میں پانی ڈال کر مقدار پوری کرلی گئی۔ آیوشہ نے اس بوتل پر نہایت احترام سے ٹشو پیپر لپیٹا اور اسٹرا ڈال کر اسے سربلند خان کی خدمت میں پیش کردیا گیا۔

بڑی مشکل سے ایک دوست نے سہرا تھاما۔ دوسرے نے اسٹرا کا سرا منہ سے لگایا اور سربلند خان یہ سوغات غٹاغٹ پی گیا۔ ان لوگوں کی حالت یہ کہ دانت باہر اور آنکھیں پانی سے بھری ہوئی۔ عنبر نے فوراً ساری بات تارہ آپی کو جاکر کہہ سنائی۔ مگر وہ اس وقت کسی رشتے دار عورت کی ہمدردی پاکر رونے میں مصروف تھیں۔ انہوں نے کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔ اب رخصتی کا مرحلہ آیا مگر یہ زیادہ چارمنگ نہ تھا۔

کیونکہ تارہ آپی کو شمالاً "جنوباً" پھیلی اس حویلی کے ایک سرے سے رخصت ہو کر دوسرے سرے تک جانا تھا۔ عزیز اور نورالحسن تو اس کے بعد زمان بابا کی زمینوں کا طول و عرض ناپنے نکل گئے۔ لڑکیاں جہیز سنبھالتی رہیں۔

دوسرے روز سب نے واپسی کا ارادہ کیا۔ تارہ آپی شور مچاتی رہ گئیں لیکن سربلند خان چونکہ انہیں پسند نہیں آیا تھا للہٰذا اس کے ہاں پکائی گئی دیگوں سے ایک دانہ چکھنا بھی وہ حرام سمجھتے تھے۔ البتہ دونوں کو فراخ دلی سے ہنی مون کے لیے "رین بسیرا" میں آنے کی دعوت دی گئی۔

تھکے ماندے جب وہ واپس پہنچے تو "رین بسیرا" کے گیسٹ روم کی لائٹ جل رہی تھی عزیز اور نورالحسن اندر پہنچے اور اندر مقیم عزیز متوقع مہمان کو باہر لائے۔ وہ میجر احسن تھے۔ آیوشہ کا دل دھڑکا۔ بے حد کمزور لگ رہے تھے۔ اموجان اور آغا جی کے سامنے وہ احترام سے جھک گئے سب برآمدے میں رک گئے تھے۔ آیوشہ اپنے کمرے میں آ گئی۔

"اب کس لیے آئے ہیں؟" اس نے جل کر سوچا "بڑا پوز مار کر گئے تھے۔"

اس سے پہلے یہ سوچیں کوئی اور رخ اختیار کر جاتیں۔ وضع دار آغا جی کو اس کی یہ بے نیازی بری طرح کھٹک گئی۔ ان کی طرف سے بلاوا آیا۔ وہ ڈرائنگ روم کی طرف جا رہی تھی۔ راستے میں عائشہ مل گئی۔

"گدھی!" وہ غصے سے بولی۔ "سب کو بتانا ضروری تھا کہ تم اس کی نخریلی محبوبہ ہو۔"

"میں نے کیا کیا؟" وہ بھی کاٹ کھانے کو دوڑی۔

"کیا کچھ نہیں۔ ثابت کر دیا ہے کہ تم واقعی اسے پسند کرتی ہو۔"

وہ کوئی جواب دیے بغیر اندر چلی آئی۔ مجبوراً سلام کرنا پڑا۔ اب حالت یہ کہ ادھر موم تو ادھر پتھر۔ دوسری طرف سے جواب ہی نہ آیا۔

"آیوشہ!" آغا جی کی بھاری آواز گونجی "گھر آئے مہمان سے ملنا سیکھیے یہ بھی اخلاقی فرض ہے۔"

دل جل ہی تو گیا۔ "ہمیں اخلاق سکھا رہے ہیں۔ انہیں کچھ نہیں کہہ رہے جو جواب دیے بغیر پہلو سے لگے بیٹھے ہیں۔"

دل کی بات زبان تک نہ آ سکی۔ اموجان کی طرف سے جب احسن کے لیے چائے بنانے کا حکم ملا تو ماں باپ کا یہ رویہ عجیب سا لگا۔ عنبر کی زبانی خبر ملی کہ اموجان تو کچھ اور ہی سوچ رہی ہیں۔ رات کھانے کے بعد میجر احسن کا باقاعدہ انٹرویو لیا گیا کہ آخر کن وجوہات کی بنا پر وہ تارہ آپی کو اس دیو کی قید سے نجات دلانے بروقت نہ پہنچ سکے۔ پتا چلا کہ حضور صاحب فراش ہو کر سی ایم ایچ میں دراز وہاں کے لوگوں کو اپنی خدمت کا سنہری موقع دے رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

صبح جب وہ اموجان کو وضو کے لیے پانی دینے جا رہی تھی تو اس نے دیکھا وہ سبز گھاس پر ٹہل ٹہل کر صحت بہتر بنا رہے تھے۔

"ہیلو!" وہ خوش دلی سے مسکرائے۔

آیوشہ خاموش رہی۔ "اتنا تو پوچھ لیجیے مزاج کیسے ہیں؟"

"بظاہر تو ٹھیک ہی نظر آ رہے ہیں۔" وہ بمشکل تمام بولی۔

"ہاں! مگر باطن کا حال تو اللہ ہی جانتا ہے۔" وہ مدھم ہی بولے۔

"سوری میجر صاحب!" وہ دو ٹوک بلٹ پر اتر آئی "میں تارہ زمان نہیں جو ان ساری باتوں پر اکتفا کر لوں۔ میں سب کا ظاہر و باطن جانتی ہوں۔"

"آپ قیافہ شناس کب سے بنیں؟"

"جب سے جان لیا ہے کہ زندگی ٹینس کی بال نہیں۔"

"آپ ناراض ہیں شاید؟"

"ہرگز نہیں، صرف سوچ کا انداز بدل لیا ہے۔ آپ تارہ زمان کو سہارا نہ دے سکے تو میں کیا۔"

رکھوں۔"

"ایسی بات مت کرو آیوشہ عالم!" میجر احسن کی آواز بہت بھاری تھی۔ گویا آنسو چھلک جانے کو بے تاب ہوں۔ "یقین کرو، میں بہت بیمار تھا اور....."

"معذور تو نہیں تھے نا۔" آیوشہ کا غصہ عروج پر تھا۔

"مجھے تار بہت دیر سے ملا۔ ورنہ میں ایک بے نام بندھن کی خاطر ضرور آتا۔ ہم فوجی لوگ سچا وعدہ کرتے ہیں۔"

"اپنی قوم کی وکالت مت کریں۔ ہمیں کچا سہارا ہرگز نہیں چاہیے۔"

وہ امو جان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی تو دیکھا کہ وہ وضو کر کے نماز ادا کر چکی تھیں۔ ان کے لبوں پر غیر واضح مسکراہٹ تھی۔ آیوشہ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ امو جان کس رخ پر سوچ رہی ہیں پھر جب تک وہ لان میں ٹہل ٹہل کر اس کی واپسی کا انتظار کرتے رہے۔ وہ جان بوجھ کر اندر ہی بیٹھی رہی۔ عنبر ناشتے کا کہنے آئی تو بھی جانے سے انکار کر دیا۔

"ارے مایوں تو نہیں بیٹھ گئیں۔ کیا پیلا جوڑا لے کر آئے تھے میجر صاحب۔"

"یہ تم سب نے کیا مذاق بنا رکھا ہے۔" وہ اسی پر برس پڑی۔

"یہی مذاق حقیقت بننے والا ہے۔" عائشہ بھی اندر آگئی۔

"مجھے اپنے جیسا نہ سمجھو بی بی۔" آیوشہ نے طنز کیا۔ "ساری زندگی جس کی برائیاں کیں، آخر میں اسی کا ہاتھ تھام لیا۔"

"تو کیا ساری دنیا سے نرالی ہو تم۔" اسے بھی یہ بات بری لگ گئی۔ عنبر اور عائشہ واپس آئیں۔ سارے گروپ نے فیصلہ کیا کہ بطور سزا اس کی منگنی کروا دی جائے کیونکہ امو جان کا خیال یہی تھا۔

"کیوں نہ ہو۔" نورالحسن منہ بنا کر بولا۔ "بیس فیصد لوگ تو یہ پیشہ محض اس لیے اختیار کرتے ہیں کہ رشتہ ملنے میں آسانی رہتی ہے۔"

☼ ☼ ☼

یہ بھی اتفاق ہی تھا کہ تارہ آپی بھی زمان بابا کے ساتھ اسی شام آگئیں۔ سربلند خان کو جھوٹا کوک پلانے والی بات کا پتہ چل گیا تھا۔ اور تارہ آپی کے بیان کے مطابق وہ سب سے خفا تھے۔ مگر یہاں پروا کس کو تھی۔

میجر احسن شاید ضمیر کی کسی خلش کی بنا پر ان کا سامنا نہ کر سکتے تھے۔ اپنے کسی دوست کے ہاں چلے گئے۔

ڈھلتی شام "رین بسیرا" میں رات بن کر چھا گئی۔ سرسبز لان پر کتنے عرصے بعد محفل جمی۔ تارہ آپی ان کے نامعقول سوالوں کے جواب دیتے دیتے تھک گئیں جب وہ اپنے کمرے میں گئیں تو آیوشہ بھی قہوہ دینے چلی آئی۔

"ایک بات بتایئے آپی؟" اس نے پوچھ ہی لیا۔ "آپ اتنی جلدی کس طرح بدل گئیں؟"

"بدلنا ہی پڑا آشی!" وہ پرانے لہجے میں بولیں۔ "ماں چھن گئی تھی تو میں اپنی نادانی سے باپ کو بھی کھو دیتی۔ میں بابا کو ہرگز جھکانا نہیں چاہتی تھی۔ میں انہیں آج بھی صرف حکم دینے والے زمان بابا کے روپ میں دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"مگر آپی..... وہ میجر احسن۔"

"وہ میرے ماضی کی ایک بھول تھے اور بی بی جان کا خواب۔ میں کمزور دیواریں پسند نہیں کرتی آشی۔ میں واقعی انہیں چاہتی تھی۔ مگر وہ میرا مستقبل نہیں بن سکے۔ یہ نصیبوں کی بات ہے۔ میں اپنے حال سے خوش ہوں۔"

"آپ..... تارہ آپی۔" وہ رک رک کر بولی۔ "آپ انہیں بھول گئی ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ عورت کی محبت ایک مہربان سایہ ہوتی ہے۔" آنسو ان کے گالوں تک چلے آئے۔ "زندگی کے بادل گہرے ہو جائیں تو سایہ چھپ جاتا ہے۔ غم کی دھوپ تیز پڑے تو لہراتا بکھراتا صحرا میں،

زمین پر ہر جگہ ساتھ دیتا ہے۔"

"عجیب ہی فلسفہ ہے یہ زندگی۔" آیوشہ عالم کا دل دکھی ہو گیا۔

"سنو آشی! میری طرف سے اپنا دل صاف رکھنا۔" آیوشہ عالم کی نظریں ان کے احترام میں جھک گئیں۔

ان لوگوں کا قیام دو دن رہا اور وہ مسلسل دو دن غائب ہی رہے۔ حالانکہ دس دن کی رخصت لے کر اپنی صفائیاں پیش کرنے آئے تھے۔

☼ ☼ ☼

تیسری شام نورالحسن نے جا کر انہیں تارہ آپی کی واپسی کا یقین دلایا تو وہ مسکراتے ہوئے تشریف لائے۔ ان کی مسکراہٹ کا عقدہ اس وقت کھلا جب رات کی فلائٹ سے موصوف کی بڑی بہن اور بھابھی بمعہ بدتمیز بچوں کے تشریف لائیں۔ عزیز انہیں ایئرپورٹ سے لے کر آیا جب کہ نورالحسن مٹھائی کے ٹوکروں سمیت گیٹ سے کمرے تک کا فاصلہ طے کرتے کرتے بے حال ہو گیا۔ انکار یا اقرار کا موقع دیے بغیر ہی سادہ سونے کی انگوٹھی پہنا کر رسم ادا کر دی گئی۔ اس سازش کا انکشاف ہوا تو وہ رو رو کر بے حال ہو گئی۔

اس پر عنبر نے تسلی دی "فکر نہ کرو۔ وہ بہت زیادہ جو آنے لگے تھے۔ خوابوں میں اور اس کا علاج یہی تھا۔"

"یہ انگوٹھی ہے۔" وہ چلائی۔ "لے جاؤ اسے۔"

"سوری آیوشہ عالم!" میجر احسن دروازے میں کھڑے تھے۔

پشت پر عائشہ اور صبو بھی موجود تھیں۔ "افسانوی باتوں پر مت جایئے۔ نوکری پیشہ آدمی یہ خرچا بھی مشکل سے برداشت کر سکتا ہے۔"

"دھونس مت جمایئے میجر صاحب!" ادھر سے بھی مزے کا جواب آیا۔ "یہ یونٹ نہیں ہے۔"

اس نے باتھ روم میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ عنبر اور عائشہ اس کی اس بدتمیزی پر پریشان تھیں جب کہ صبو کا خیال تھا کہ کافی ذرا نروس ہو گئی ہے۔

میجر احسن اپنا مشن مکمل کر کے دوسرے دن واپس چلے گئے۔

پھر اطلاع آئی کہ آیوشہ کو کچھ کچھ "وہ" ہونے لگی ہے کئی بار وہ تنہائی میں انگوٹھی کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچ کر مسکراتی ہوئی پائی گئی، چنانچہ طے یہ پایا کہ عائشہ اور آیوشہ کو اکٹھے ہی "گھر بدر" کیا جائے۔ تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے۔

تارہ آپی دوبارہ آئیں تو ضرور مگر۔ شادی کے لیے رک نہ سکیں۔ شوہر کی ناراضی کا ڈر تھا۔ ادھر جب ڈاکٹر واسطی کی ڈانٹ غصے میں بدلنے لگی تو تاریخ شادی کی طے کر دی گئی۔ احسن کی پوسٹنگ ان دنوں حیدر آباد میں تھی۔ تارہ آپی کا گاؤں وہاں سے قریب ہی تھا۔

☼ ☼ ☼

"رین بسیرا" سے رخصت ہو کر وہ جب پہلی پرواز سے حیدر آباد پہنچی تو تارہ آپی کی شادی کا منظر یاد آگیا، آنکھیں جھپک جھپک کر برسیں۔ "شاید وہ خود غرض تھی۔" ضمیر کی یہ چبھن ان سنہرے دنوں میں بھی بے چین کیے دے رہی تھی۔

میجر احسن نہایت دوست قسم کے شوہر ثابت ہوئے۔ کبھی کبھی وہ وحشت سے پوچھتی۔ "سچ بتایئے، آپ واقعی تارہ آپی کو نہیں چاہتے تھے؟"

"ہرگز نہیں۔" وہ ہنس دیتے۔ "مسز آیوشہ احسن! ان معاملوں میں زبردستی ہرگز نہیں چلتی۔"

"اچھا بتایئے، اس شام آپ میرے کمرے میں آئے تھے؟"

"کس شام؟" وہ جان بوجھ کر انجان بن جاتے۔

"جب میں بیمار تھی اور آپ۔"

"وہم ہو گا تمہارا۔"

"وہم کبھی انسانی شکل میں نہیں آتا۔ میری آنکھوں....."

مگر انہوں نے بات کاٹ دی۔

"آنکھوں پر اتنا زیادہ بھروسا نہیں کیا کرتے۔ کبھی کبھی دھوکا بھی دے جاتی ہیں۔ تم نے ایک بات نوٹ کی، آشی؟"

"کیا...... کون سی بات۔؟" وہ بے حد نروس ہو جاتی۔

"ہم نے جو چاہا...... سو پالیا۔"

"ہوں بڑا مان ہے نا خود پر۔" وہ شرمندہ ہو گئی۔ وہ بھی کتنی جلدی بدل گئی تھی۔ آس اور لمحوں کی دوڑ نے اسے شکست دے ہی دی۔ لڑکیاں بھی کتنی کمزور سی شے ہوتی ہیں۔ ہوا کے جھونکے کی طرح ادھر سے ادھر رخ بدل لیتی ہیں۔ مگر ان کے نازک معصوم دل میں بے قراریوں کے کتنے طوفان چھپے ہوتے ہیں۔ کوئی نہیں جانتا۔ کوئی جان بھی لے تو سمجھ نہیں سکتا۔

میجر احسن زیدی بھی آیوشہ کو نہ سمجھ سکے۔ پہلے اظہار پسندیدگی کے کچھ طریقے، کچھ ادائیں، منظر عام پر آئیں جب وہ محبت پاش نظروں کا مفہوم سمجھ گئے تو بے رخی بے نام سی خلش لیے آگئی اور اب اتنی زیادہ چاہت کہ وہ خود پر اترانے لگے۔

اداس صبح کا اجالا شوخ جملوں کے زیر اثر رنگین ہو گیا۔ بے کیف شامیں آیوشہ کی پاکیزہ مسکراہٹ سے سنور گئیں۔

بہتے پانی کے دھارے کی طرح میجر احسن زیدی کی زندگی نے بھی رخ بدل لیا۔

آیوشہ نے کئی بار دبے دبے الفاظ میں تارہ آپی سے ملنے کے لیے جانے کا کہا۔ مگر وہ ہر بار کسی نہ کسی مصروفیت کا بہانہ کر کے ٹال گئے۔ ایک دن اچانک تارہ آپی سے ملاقات ہو گئی۔ وہ "ریشم گلی" سے ری ورک کی چادریں خرید رہی تھیں۔ آیوشہ کو دیکھ کر بے اختیار اس سے لپٹ گئیں۔ ان کی نند بھی ساتھ تھی۔ پتا چلا کہ یہ ساری شاپنگ اس کی شادی کے سلسلے میں کی جا رہی ہے۔

تارہ آپی ویسی ہی تھیں، بظاہر مطمئن اور خوش نظر آ رہی تھیں۔

آیوشہ بصد اصرار انہیں ساتھ لے آئی۔ احسن دفتر سے لوٹے تو ان سے تپاک سے ملے۔ تارہ آپی کی شرمیلی نگاہیں انھیں جیسے خود بخود ہی کہہ رہی ہوں۔

"آؤ کہ آج سے ہم اپنے ماضی کو بھول جائیں۔ اسی میں ہم دونوں کی بہتری ہے۔"

آیوشہ کا سارا دن مصروفیت میں گزر گیا۔ شام کو احسن گیمز کے لیے گئے ہوئے تھے۔ تارہ آپی بھی رخصت ہو گئیں۔

زرد سورج ڈوب گیا۔

وہ ٹیرس پر کرسی ڈالے بیٹھی رہی۔ آس پاس کے مکانات روشن ہو گئے۔ احسن آج دیر سے واپس آئے۔ اسے خلاف توقع لان میں موجود نہ پا کر اوپر ہی آ گئے۔

"مہمان رخصت ہو گئے؟"

"جی ہاں۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"آپ اس وقت سے یہاں ہی بیٹھی ہیں؟"

"جی ہاں۔"

"کیا آپ مجھے بتا سکتی ہیں کہ آپ چار گھنٹوں سے اسی جگہ اسی پوز میں بیٹھی کیا سوچ رہی تھیں؟"

"تارہ آپی کے متعلق۔" اس نے سچ بتایا، وہ جھوٹ تو بول ہی نہ سکتی تھی۔

"اوہ!" میجر احسن کا چہرہ بجھ گیا۔ "میں سوچ رہا تھا میرے متعلق......! خیر کوئی بات نہیں۔ لوگوں کے متعلق زیادہ فکر نہ کیا کریں صحت خراب ہو جائے گی۔"

وہ بلاوجہ ہی روٹھ گئے۔ حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔

"دور جانے والوں کے متعلق سوچا جاتا ہے میجر صاحب۔" وہ ہنس کر بولی۔ "جو دل میں موجود ہوں ان کے......"

احسن نے بات کاٹ دی۔

"جو دل میں موجود ہوں انہیں دماغ سے نہیں نکالنا چاہیے۔"

"ہرگز نہیں جناب!" وہ مسکرائی اور میجر احسن کا غصہ غائب ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

پہلا سال بخیر و خوبی گزر گیا۔ امو جان کی فکر بڑھ گئی۔

ڈاکٹر واسطی فلسفۂ حیات پر ایمان لا کر باپ بننے والے تھے۔ عائشہ کی خوب ناز برداریاں ہو رہی تھیں۔ اس کا حلیہ کچھ ایسا تھا کہ بقول "بوری کو ٹانگیں لگ گئی تھیں" صبو اور نور الحسن تعلیم مکمل کر کے نئی نویلی دنیا چلے گئے تھے۔ جہاں پر مقیم ان کے والدین اب ان کی شادی کی فکر میں تھے۔ عزیز اب انجینئرنگ کے پہلے سال میں تھا، عنبر ڈاکٹری اور محبت بیک وقت کر رہی تھی۔ اور دونوں طرف کامیابی کا سو فیصد امکان تھا۔

سب ہی تو چلے گئے تھے۔ کوئی ادھر، کوئی ادھر، آیوشہ کو کبھی کبھی۔ "رین بسیرا" کا وہ بچھڑا سماں بے حد یاد آتا۔ ہائے کیا سماں ہوتا تھا ان دنوں۔ بی بی جان کی ڈانٹ، نور الحسن کی صبو سے لڑائی اور تارہ آپی سے میجر احسن کے لیے لڑی جانے والی سرد جنگ۔ سب کچھ خواب و خیال ہو گیا تھا، احسن ان دنوں کالج کے امتحان کی تیاری میں بہت زیادہ مصروف تھے۔ اسے تنہائی کا شدت سے احساس ہوا۔ زندگی میں کوئی کمی ابھی باقی تھی۔

وہ کچھ دنوں کے لیے "رین بسیرا" چلی آئی۔ عنبر بھی ہاسٹل سے آگئی تھی۔ اور اپنے محبوب کی شان میں شاندار قصیدے سنا رہی تھی۔

"بس کرو بی بی!" آیوشہ نے نصیحت کی "شادی کا صرف ایک سال اچھا گزرتا ہے۔"

"پھر؟"

"پھر ایک دوسرے کی کمزوریوں کا علم ہو جاتا ہے۔ باقی زندگی بس ایک دوسرے پر الزام دھرتے ہی گزر جاتی ہے۔"

"اللہ آشی!" عنبر ادا سے بولی۔ "مجھے ڈرائیں تو نہیں نا پلیز۔"

"حقیقت سے بھلا کیا ڈرنا۔" آیوشہ مسکرائی۔ "ویسے کام کیا کرتا ہے؟"

"قصائی ہے۔" وہ ایک آنکھ میچ کر بولی۔

"اچھا ہے۔" وہ سرجن عارف کو دیا جانے والا یہ نام سن کر خوب ہنسی۔ "دل کی کیفیت جاننے میں آسانی رہے گی۔"

سر شام ہی وہ دونوں "رین بسیرا" کے لان میں آگئیں۔ اور بیتے دنوں کو یاد کرنے لگیں۔ دکھ کی تیز لہریں وجود کے آس پاس بکھر گئیں۔ اسی رات احسن کا فون آیا۔ وہ پیپر دے چکے تھے۔ اسے واپس بلوایا تھا۔

☼ ☼ ☼

دو ماہ پلک جھپکتے گزر گئے۔ عائشہ کے پاؤں تلے جنت آگئی۔ ایک عرصہ تک فطرت سے لڑنے والے ڈاکٹر واسطی بیٹے کے باپ بن کر ازحد خوش تھے۔ فون پر انہوں نے یہ خبر زبردست قہقہوں کی بوچھاڑ میں نشر کی۔ آیوشہ کے لیے فی الحال جانا مشکل تھا۔ احسن ان دنوں ایکسرسائز پر باہر گئے ہوئے تھے۔

اوائل دسمبر کی خنک رات چاروں طرف پھیل گئی۔ اتنے بڑے گھر میں تنہائی کا احساس خوف بن کر طاری تھا۔ کتاب سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اس نے ٹائم دیکھا۔ بارہ بج کر دس منٹ ہو رہے تھے۔ اچانک باہر کا دروازہ زور سے بجا اور ڈر کی وجہ سے کانپتی آواز بکھر گئی۔

"آشی! دروازہ کھولو۔ پلیز آشی۔"

وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔ کمرے سے باہر دروازے تک بمشکل تمام پہنچی۔ دروازہ کھولا۔ سامنے تارہ آپی کھڑی تھیں۔ سندھی اجرک پر زخم زخم بدن اور لہو لہو دل لیے وہ نڈھال کھڑی تھیں۔

"تارہ آپی! آپ؟" اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہ آیا۔

"مجھے بچا لو آشی۔! وہ مار ڈالے گا مجھے۔"

وہ ہذیانی انداز میں چلانے لگیں۔ آیوشہ انہیں اندر لے آئی۔ بے حد درد بھری کہانی تھی۔ زمان بابا صرف چار دن پہلے واپس ولایت چلے گئے تھے، اپنے خیال کے مطابق وہ اپنے تمام فرائض ادا کر چکے تھے۔ جاتے ہوئے وہ اپنی ساری جائیداد تارہ کے نام کر گئے تھے۔ سربلند خان کی نظریں اسی سمے بدل گئی تھیں۔ لمحوں میں

سازش تیار کرلی گئی۔
وہ سب اس وسیع جائیداد کے لیے اسے مار ڈالنا چاہتے تھے۔ مگر وہ مہربان نوکر کی زبانی سارے حالات سے آگاہ ہو گئی تھیں۔ پھر تو سفر بے حد طویل تھا اور مسافت دشوار' زندگی کا الاؤ چاروں طرف جل رہا تھا لیکن وہ یہاں تک پہنچ جانے میں کامیاب ہو گئی تھیں۔
آنسوؤں کا دھارا بہہ رہا تھا۔ جس میں اپنوں سے جدائی کا دکھ تھا۔ شوہر سے بے وفائی کا شکوہ تھا۔ وہ شوہر جس نے زمین کے بے جان ٹکڑوں کو انسانی جان پر ترجیح دی تھی۔ اس مٹی سے تارہ جیسی کئی دوسری جانیں خریدی جاسکتی تھیں۔
"آپ فکر نہ کریں۔" وہ دکھی آواز میں انہیں تسلی دے رہی تھی۔ "وہ چھاؤنی میں آنے کی ہمت نہیں کرسکتا۔" تارہ آپی کے آنسو بہتے ہی جارہے تھے۔
سربلند خان یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ وہ میجر احسن کے ہاں گئی ہوں گی۔ وہ تو ان کی تلاش میں "رین بسیرا" کے گرد منڈلاتا رہا۔ ادھر چار دن بعد جب آیوشہ بے سہارا تارہ آپی کو لیے "رین بسیرا" پہنچی تو وہاں سربلند خان کی طرف سے طلاق نامہ ان کا منتظر تھا۔
درد کی ایک گھٹاٹوپ آندھی نے سب کچھ گھیرے میں لے لیا۔ خواب۔ آرزوئیں۔ محبت سب کچھ ختم ہو گیا 'ایک بات' ایک قول ختم ہو گیا۔ اور چند بولوں کی زنجیر سے بندھا رشتہ ٹوٹ گیا۔
امو جان' آغا جی اور آیوشہ نے بڑی مشکل اور ہمت سے انہیں سنبھالا۔ احسن کو گھر واپسی پر سارے حالات کا علم ہوا۔
تھوڑا بہت ماضی کا لحاظ تھا' یا پھر خون کا رشتہ وہ بھی چلے آئے لیکن "رین بسیرا" کے درودیوار پر اتنے سارے مکینوں کی موجودگی میں بھی وحشت ناک خاموشی طاری رہی۔
عزیز ویک اینڈ پر ہاسٹل سے آیا۔ رین بسیرا کا عجب ہی عالم تھا' اس کے شوخ جملے بھی چہرے پر مسکراہٹ نہ لاسکے۔

عائشہ اور ڈاکٹر واسطی شام کو رسمی طور پر ملنے آئے۔ نورالحسن نے فون پر سربلند خان کی شان میں قصیدہ پڑھ کر زبردست دھمکیاں دیں کہ وہ وطن واپسی پر ایسا کرے گا۔ ویسا کرے گا۔ وغیرہ وغیرہ
عنبر نے سرجن عارف کی مدد سے سربلند خان کو انوا کرانے کا پروگرام بنایا۔ مگر اس میں سرجن عارف کی نازک جان کا خطرہ تھا۔ لہٰذا اسے قبول نہ کیا گیا۔
اب تان ٹوٹی تو میجر احسن کی ذات پر' طے یہ پایا کہ تارہ آپی فی الحال ان کے ہاں مقیم رہیں گی۔ کیوں کہ اس طرف سربلند خان کے جانے کے چانسز کم تھے۔ بقول عزیز کہ اس کے لیے تو میجر صاحب کی انگلی کا اشارہ ہی کافی ہے۔ پستول کی تو ضرورت ہی نہیں۔ ان شاءاللہ' وہیں شہید ہو جائے گا۔
احسن کی اسٹاف کالج کے لیے روانگی تھی۔ سامان باندھا جاچکا تو تینوں عازم کوئٹہ ہوئے۔ آیوشہ نے بارہا محسوس کیا کہ احسن کو اس فیصلے سے قطعی اتفاق نہ تھا۔ خدا جانے وہ کس بنا پر خاموش تھے۔ آغا جی اور امو جان حج پر جارہے تھے۔ طے یہ پایا تھا کہ ان کی حج سے واپسی کے بعد زمان بابا کو مطلع کیا جائے گا۔ اور تارہ آپی بھی "رین بسیرا" میں واپس آجائیں گی۔
حالات نے کچھ اس طرح پلٹا کھایا کہ آیوشہ کو کچھ سوچنے کا موقع ہی نہ ملا۔ وہ تارہ آپی کا دل نہ توڑنا چاہتی تھی۔ انہوں نے زندگی سے کچھ بھی نہ پایا تھا۔ سوائے مایوسی اور مصیبت کے لہٰذا کسی صورت بھی وہ ان کا دل نہ توڑنا چاہتی تھی۔
نیا گھر سیٹ کرنے میں ذرا مصروفیت رہی۔ احسن اپنے اسٹڈی روم اور اسٹاف کالج تک محدود ہو گئے۔ ایسے میں تارہ آپی کا وجود ایک نعمت ثابت ہوا۔ جنوری کی اذیت ناک سردی کا موسم تھا۔ رات گئے تک آتشدان کے قریب بیٹھ کر وہ بیتے دنوں کو یاد کیا کرتیں۔ تارہ آپی نے حالات سے سمجھوتا کرلیا تھا۔
"آیوشہ!" احسن نے ایک شام اسے عجیب لہجے میں پکارا۔
"جی۔" وہ کافی بناتے ہوئے بے نیازی سے بولی۔

"یار! لائف میں کچھ چینج ہونی چاہیے ہیں نا؟"

"مثلاً"؟" اس نے سوالیہ نظروں سے ان کی طرف دیکھا۔

"ان آوازوں پر غور کرو۔"

"یہ۔۔۔ یہ تو فطرت کی آواز ہے۔" وہ باہر کھیلتے ہوئے بچوں کی آواز پر ہنس دی۔ "اس سے بھلا انکار کس کو ہے؟"

"تو پھر۔ فطرت سے یہ محرومی کچھ بجتی تو نہیں۔" اس کی آواز میں اپنا حق اولاد کی صورت میں بیوی سے طلب کرنے کا شوہر بول رہا تھا۔

"اس دیر میں میرا کوئی قصور نہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔ آنسوؤں سے بھیگی آواز دل میں اتر گئی۔

"بخدا' میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ معذرت کرتے رہے مگر اس احساس کا گھاؤ بہت گہرا تھا۔

دوسرے ہی دن وہ سی ایم ایچ گئی۔ اپنا مکمل چیک اپ کروایا۔ وہ دن بھر بکھری بکھری پھرتی رہی۔ جب اسے رپورٹ لینے جانا تھا وہ کانپ رہی تھی۔

"بے نام اندیشے سچ ثابت ہوئے اس راہ میں آبلہ پائی اس کا مقدر تھی۔ اس راستے کی کوئی منزل ہی نہ تھی۔ یہ قدرت اس اپنے بس سے باہر تھی۔ ڈاکٹر نے سوری کہہ کر کاغذ اس کے ہاتھ میں تھما دیے۔

ایک آس کا ہلکا سا بادل جو امید کے آسمان پر چھایا تھا پل بھر میں چھٹ گیا۔ اور تیز روشنی میں آیوشہ احسن کا وجود لگا۔ مجھے خاموش رہنا چاہیے۔" اس نے سوچا۔ "اپنے لیے زندگی کے لیے۔ ورنہ۔۔۔"

بس اس سے آگے سوچ کی راہ بھی تو ختم تھی۔

تارہ آپی کو مطمئن کرنا آسان تھا۔ ویسے بھی وہ بہت محتاط تھیں۔ دوسروں کے معاملے میں داخل دینا انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا۔ البتہ احسن کے سامنے آیوشہ چور بنی رہتی۔ جیسے اس نے میجر احسن کی ساری زندگی چرالی ہو۔

وقت کشمکش کے گہرے وار کرتا گزرنے لگا۔ جانے وہ کس معجزے کے انتظار میں تھی۔ ان ہی دنوں اس نے تارہ آپی کے رویے میں کچھ تبدیلی محسوس کی۔ انہیں احسن کی واپسی کا انتظار رہنے لگا تھا۔ انہیں دیکھ کر وہ بند لبوں سے مسکرانے لگی تھیں۔ لیکن ان ساری باتوں کو اس نے وہم سے زیادہ اہمیت نہ دی۔

اپریل کا آخری ہفتہ تھا۔ تیز ہوا "نوروز" کے خوبصورت نام سے چلنے لگی۔ آیوشہ کی طبیعت بے حد بگڑ گئی۔ احسن کی پریشانی ان کے چہرے سے مترشح تھی۔ اعصاب کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک رات وہ ڈنر سے لوٹے تو اس نے باہر والی کھڑکی سے اندر دیکھا۔ تارہ آپی ان کی آمد سے بے خبر احسن کی تصویر ہاتھوں میں تھامے ڈرائنگ روم میں صوفے پر بیٹھی تھیں۔ تارہ کو دیکھ کر اٹھ کر کھڑی ہو گئیں اور بڑے سکون سے پوچھنے لگیں۔

"ارے! اتنی زیادہ زرد کیوں ہو رہی ہو؟"

"آپی! آپ احسن کو بھولی نہیں ہو نا؟"

آیوشہ نے بڑی ہمت کر کے پوچھا۔

"آئی ایم سوری آشی!" وہ شرمندگی کا اظہار کیے بغیر بولیں۔

"عورت اپنی پہلی چاہت مشکل سے ہی فراموش کر سکتی ہے۔ میں نے مصلحت کے تحت حالات سے سمجھوتہ کرنا چاہا۔ مگر وہ میرا مقدر نہ تھا۔"

وہ تصویر رکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ حالات نے انہیں حساس ہی نہیں بے حد اکھڑ مزاج بھی بنا دیا تھا۔ دوسرے ہی دن وہ احسن کی غیر موجودگی میں واپس چلی گئیں۔ آغا جی اور اموجان صرف دو دن پہلے واپس لوٹے تھے البتہ وہ آیوشہ کی ممنون تھیں کہ اس نے اتنا عرصہ انہیں پناہ دی۔ اب "رین بسیرا" ہی ان کا مسکن تھا۔ جہاں رہ کر وہ اب سربلند خان سے قانونی جنگ لڑ کر اپنا حصہ لینا چاہتی تھیں۔

انجانا خوف زندگی پر چھا گیا۔ جانے کیا ہونے والا تھا۔ بیماری جب طول پکڑ گئی تو ٹرم بریک میں احسن آیوشہ کو "رین بسیرا" چھوڑ آئے۔ زمان بابا ولایت سے واپس آ چکے تھے اور اپنے قانونی محاذ پر ڈٹے ہوئے تھے۔ تارہ آپی گم صم اور خاموش رہتیں۔

انہیں زمان بابا کی جان کا غم کھائے جا رہا تھا۔ وہ سربلند خان کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھیں۔ بے نام اندیشے سچ ہو گئے تھے۔

اس دوپہر کو جب وہ مقدمہ جیت کر عدالت سے باہر آئے تو زرد سورج کی تیز روشنی سے ان کی آنکھیں جھپک گئیں مگر اسی لمحے ان کی زندگی کا سورج غروب ہو گیا۔

"رین بسیرا" کے راستے میں ہی سربلند خان کی جیپ سے اسٹین گن نے شعلے اگلے اور زمان بابا کی زندگی کا سورج غروب ہو گیا۔ آگ کی ہولی کھیل کر دشمن انتقام کی آگ بجھا کر روپوش ہو گیا۔ زندگی کی دہشت ناک شام ہر طرف پھیل گئی۔

☼ ☼ ☼

آیوشہ نے سر اٹھا کر دیکھا۔ نہ جانے کتنا ہی وقت گزر چکا تھا۔ داستان اب اپنے آخری لمحوں پر تھی۔ سنہرا وقت گزر چکا تھا۔ اس وقت وہ اپنے آپ سے لڑ جھگڑ کر دوبارہ زندگی پا چکی تھی۔ دل اور دماغ اب مطمئن تھے۔

آج احسن کی آمد تھی۔ وہ کوئٹہ سے شام کی ٹرین سے پہنچ رہے تھے۔ باہر لان میں تارہ آپی زمان بابا کی قبر پر چڑھانے کے لیے کلیاں چن رہی تھیں' ان کی سفید ساڑھی کا پلو تیز ہوا سے اڑ رہا تھا۔

"بے چاری عورت!" آیوشہ نے دکھ سے سوچا۔ "اب بھی کن لمحوں کی آس میں ہے۔"

احسن نو بجے پہنچ گئے۔ سب سے بالکل نارمل انداز میں ملے۔ حالانکہ دل میں کتنے ہی طوفان مچل رہے تھے۔ "رین بسیرا" کے سونے پن پر دل رو رہا تھا' عزیز نے بھی سب کچھ محسوس کر لیا۔

"احسن بھائی!" وہ آہستہ سے بولا۔ "فوجیوں کی اسی ادا پر تو لوگ قربان ہو جاتے ہیں۔ کمال کا ضبط ہوتا ہے ان کے فولاد کے سینوں میں۔"

اور وہ پھیکی سی ہنسی ہنس دیے۔ "عزیز میاں! تم اسے ادا کہتے ہو۔ حالانکہ لوگ اسے دوہری شخصیت کا نام دیتے ہیں۔"

وہ آیوشہ کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ نظروں میں کئی ایک شکوک ابھر آئے اور دل کی تاریکی میں ڈوب گئے۔ احسن کی پوسٹنگ وہیں ہو گئی تھی۔ چھاؤنی میں گھر تو مل رہا تھا مگر اموجان اسے بھیجنے پر راضی نہ تھیں۔ وہ احسن کے ساتھ انیکسی میں شفٹ ہو گئی۔

زندگی اب قدرے معمول پر لوٹ آئی تھی۔ احسن یہاں بریگیڈ میں بی۔ ایم تھے۔ آفس کی مصروفیت تھوڑی زیادہ تھی۔

آیوشہ نے کئی ایک باتیں بڑی شدت سے محسوس کرنا شروع کر دیں۔ صبح احسن کی روانگی ہوتی تو تارہ آپی بھی لان میں موجود ہوتیں۔ حالانکہ یہ ان کا روز کا معمول تھا۔ ان کی واپسی پر کمرے کی کھڑکی کھلتی ملتی۔ وہ بھی انجانی آہٹوں کی عادی ہو چکی تھی۔ ایک طویل خاموشی نے اس کے گرد جال بن دیا تھا۔ وہ کسی سے کچھ نہ کہہ سکتی تھی کہ یہ سارے تو اس کے اپنے اندر کے اندیشے تھے۔ احسن نے اس کی خاموشی کو شدت سے محسوس کیا۔ وہ کچھ اور ہی سمجھنے لگے تھے۔

"کہیں پھر وہی پراسرار بیماری تو نہیں آنے والی۔" ایک دن انہوں نے مسکرا کر پوچھ ہی لیا۔

"میں کوئی جان بوجھ کر تو بیمار نہیں پڑی نا۔" آبوشہ نے شرمندگی سے کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ مجھے معلوم ہے تم کیا سوچتی ہو۔"

"آپ قیافہ شناس کب سے ہوگئے؟"

"سنو آبوشہ بیگم! مجھے صرف تمہاری ضرورت ہے اور بس۔ میں کسی نئی زندگی کا متلاشی نہیں۔"

برسوں سے رکا آنسوؤں کا سیلاب بہہ نکلا۔ "تم کتنے معصوم ہو میرے نادان ساتھی! کاش تم جان سکتے کہ جسے تم نے جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہو وہ تمہیں یہ خوشی نہیں دے سکتی۔"

مگر زبان خاموش رہی۔

شام گہری آندھی کے ساتھ آئی' چار سو گرد و غبار پھیل گیا۔ دل کے اندر کا موسم بھی کچھ ایسا ہی تھا۔

احسن آج کچھ موڈ میں تھے۔ آبوشہ نے جان بوجھ کر بات شروع کی۔ "سنیں' ایک بات کہوں تو مانیں گے؟"

"فرمایئے' بلکہ حکم دیجیے۔"

"پہلے وعدہ کریں۔" آبوشہ نے ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ احسن نے دیکھا۔ ہتھیلی پر وہ سیاہ نشان ابھی تک موجود تھا۔

"پکا وعدہ۔" وہ پراعتماد لہجے میں بولے۔ "ہم فوجی لوگ قول دے کر پھرا نہیں کرتے۔"

"احسن۔۔۔ آپ نارہ آپی سے شادی کرلیجیے۔"

احسن کے ہاتھ سے آبوشہ کا ہاتھ چھوٹ گیا۔

"نہیں' ہرگز نہیں۔" وہ زور سے چلائے۔

"مت بھولیے' آپ نے وعدہ کیا ہے۔"

"مگر آبوشہ! یہ ناممکن ہے۔" وہ بے بسی سے بولے

"احسن! اگر آپ نے وعدہ پورا نہ کیا تو میں زہر کھالوں گی۔"

سب ہی حیران تھے۔ یہ جنونی لڑکی اب کیا کرنے والی تھی۔ نارہ آپی تو اتنی عظیم قربانی کا سوچ بھی نہ سکتی تھیں۔ البتہ ان لبوں کی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ انہیں اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔

پھر سارے معاملات طے کرلیے گئے۔ زندگی کی طویل داستان کا حرف آخر بے حد عام سا تھا جس میں کوئی نیا موڑ' کوئی ڈرامہ اور کوئی نئی بات نہ تھی۔

"ہم سب کالج کے ان شہروں میں رہتے ہیں' احسن جس کی بستی ہمارا دل بسا تا ہے۔ قدم قدم پر یہ ٹکڑے آبلہ پا بناتے ہیں مگر ہم چلتے جاتے ہیں کہ زندگی اسی کا نام ہے۔ کیا حرج ہے۔ کانچ کے یہ ٹکڑے کسی کی آنکھوں میں پیار کی روشنی بن کر سج گئے۔"

"آبوشہ! تم۔" انہوں نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں اکیلی کب تھی احسن! جب تم نہیں تھے تو تمہارا تصور' تمہاری یادیں میرے ساتھ تھیں۔ انہیں مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔ یہ میرے وجود کے اندر بستی ہیں۔ اب تم ساتھ نہیں تو بھی میں تنہا نہیں رہوں گی۔"

"تقریر مت کرو آبوشہ!" میجر احسن بے حد جذباتی ہو رہے تھے۔

"ارے لائف میں کوئی تو چینج ہونا چاہیے' کیوں؟" بے تحاشا مسکراتی چلی گئی۔

اور پھر میجر احسن نے واقعی نارہ آپی سے شادی کرلی۔ "رین بسیرا" جگمگا اٹھا۔ احسن سہرا سنبھالے نارہ آپی کے کمرے کی طرف بڑھے۔ آبوشہ کا سایہ پل بھر کے لیے لہرایا اور غائب ہوگیا۔

چاند مولسری کے پیڑ سے نیچے اتر آیا۔ دکھ کا طویل سایہ پھیل گیا۔ رات دھیرے دھیرے گزرتی رہی اور آنسو بہتے رہے۔

دل سے بے ساختہ آواز آئی۔ "کانچ کے شہر میں بستی نازک لڑکی۔ اپنے ہاتھوں سے زندگی کا الاؤ جلا کر اب آنسوؤں سے نہ بجھا کہ یہ ناممکن ہے۔"

"میں خوش ہوں' بے حد خوش۔" اسے اپنی ہی آواز پرائی لگی۔

آبوشہ نے اپنے من میں جھانکا۔

مگر وہاں خاموشی تھی۔

❋